صفر المظفر 1433ھ
جنوری 2012ء

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماھنامہ
اَلمُرشِد

الله
رسول
محمد

مَنْ عَجَزَ مِنْكُمْ عَنِ اللَّيْلِ أَنْ يُكَابِدَهُ، وَبَخِلَ بِالْمَالِ أَنْ يُنْفِقَهُ، وَجَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ أَنْ يُجَاهِدَهُ، فَلْيُكْثِرْ مِنْ ذِكْرِ اللهِ (البیهقی و الطبرانی)

نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے جو شخص رات کو محنت کرنے سے عاجز ہو اور بخل کی وجہ سے مال بھی خرچ نہ کر سکتا ہو اور بزدلی کی وجہ سے دشمن کے خلاف جہاد بھی نہ کر سکتا ہو تو اسے چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔

ذکر قلبی اصلاح کی آخری دوا ہے اگر کسی کو اس سے بھی فائدہ نہیں ہوتا تو اس کا مرض لا علاج ہے۔

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

تصوف

لطائف ۔ ذریعۂ ذکر دوام

لطائف عالم امر سے ہیں اور مخلوق ہونے کی حدود سے بالاتر ہیں۔ لطائف امر ربانی میں سے ہیں اور ان کی اصل اللہ کا امر ہے۔ جس طرح روح کی اصلیت کے بارے کہہ دیا گیا قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ روح اللہ کے امر سے متعلق ہے۔ امر کیا ہے؟ امر اللہ کی ایک صفت ہے۔ اللہ کی نہ ذات مخلوق ہے نہ اس کی صفات مخلوق ہیں تو یہ لطائف بھی اس کی ذات کا پرتو ہیں یا عالم امر سے متعلق ہیں اور انسان کے اس نفس کے ساتھ آمیزہ بنا دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان میں جان پیدا ہوتی ہے۔

وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہ کَثِیْراً وَّالذّٰکِرَاتِ پھر انہیں ہر آن میرا ذکر نصیب ہو جاتا ہے۔ اور جب لطائف منور ہو جاتے ہیں تو سب سے آخری، بہت بڑا انعام جو بنتا ہے، اسی دنیا میں رہ کر آخرت کے لئے، قرب الٰہی کے لئے، رضائے الٰہی کے لئے اور ترقی درجات کے لئے سب سے بڑا رتبہ جو حاصل کر سکتا ہے وہ ذکر دوام ہے۔ وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہ کَثِیْراً وَّالذّٰکِرَاتِ اور کثرت سے ذکر کرنے والے مرد و خواتین اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً ان کے لئے اللہ کی بخشش منتظر ہے ان سے کوتاہیاں بھی ہوتی ہیں، سستی بھی ہو سکتی ہے لیکن بخشش الٰہی تلافی مافات کے لئے ان کی راہ دیکھا کرتی ہے۔ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً ان کے لئے اللہ کی بخشش وَّاَجْرًا عَظِیْمًا اور بے پناہ بڑا انعام ہے۔

بانی حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلۂ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلۂ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ المرشد

جنوری 2012 صفر المظفر 1433ھ

جلد نمبر 33 شمارہ نمبر 05

مدیر محمد اجمل

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ 35 روپے

PS/CPL#15

فہرست

اداریہ	ابوالاحمدین	3
کلامِ شیخ	سیماب اویسی	4
اقوالِ شیخ	انتخاب	5
ماہانہ بیان	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	7
معاشی دہشت گردی	جان پرکنز (ترجمہ حنیف راؤ)	13
مسائل السلوک	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	20
اصلاحِ معاشرہ	حافظ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ	31
اکرم التفاسیر	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	38
من الظلمٰت الی النور	ملک محمد سلیم۔ فیصل آباد	45
Revelation of the Holy Quran	Ameer Muhammad Akram Awan	53
Hayat-e-Javidan	Abul Ahmadain Translation: Naseem Malik	56

www.owaisiah.com/www.naqashbandiahowaisiah.com

انتخاب جدید پریس 0423-6314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

بدل اشتراک

پاکستان	350 روپے سالانہ
بھارت، نیپال، بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرقِ وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ، یورپ	35 سٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔
Ph:042-35182727, Fax: 042-35180381, email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔
Ph: 0543-562200, Fax: 0543-562198, email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

ایمان کی استعداد

دنیا کا ہر انسان ہر کام میں فلاح اور کامیابی کے لئے کوشاں ہے۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ کامیاب ہو مگر لوگوں نے کامیابی و ناکامی کے معیار اپنی طرف سے مقرر کر رکھے ہیں جو کسی طور درست قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ حقیقی معیار وہ ہے جو اس کائنات کے خالق نے ارشاد فرمایا ہے اور جس کی تعلیم حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر ہر دور میں انسانی معاشرے کی راہنمائی کرتی رہی اور بالآخر حضور نبی کریم ﷺ پر یہ سلسلہ تمام ہوا۔ اگر آپ کی بعثت کے بعد بھی کسی کو ایمان نصیب نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ قبول ایمان کی استعداد ہی نہیں رکھتا اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ضائع کر چکا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡہِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَہُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ یعنی جو لوگ آپ ﷺ کی تعلیمات خود آپ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے سن کر پھر ایمان نہیں لاتے تو وہ ایمان لا ہی نہیں سکتے کہ نہ اس سے بڑھ کر کوئی نبی ہے اور نہ کلام۔ اس بات کو جاننے کے لئے یوں غور کریں کہ انسان صرف جسم کا نام نہیں اور نہ اکیلے روح کا بلکہ جسم و جان مل کر انسان کہلاتے ہیں۔ جسم کی ضروریات ہیں۔ یہ بے شمار چیزوں کا محتاج ہے جن میں لباس اور غذا سب سے زیادہ ضروری اور اس کی بقا و تعمیر کا سبب ہیں۔ لیکن اس سے زیادہ اس کی صحت و علاج معالجہ ہیں اگر صحت درست نہ ہو تو نہ غذا کام کرتی ہے اور نہ لباس خوشی دیتا ہے۔ یہاں دو چیزیں ہیں کہ غذا ہر جگہ سے اور ہر کسی سے فراہم ہو سکتی ہے مگر دوا اس طرح نہیں۔ یہ دینے والے لوگ مخصوص ہوتے ہیں جو ہمارے جسم کو ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں اس کی بیماری کو، اس کے سبب کو اور علاج کو جانتے ہیں ہم ہمیشہ اُن سے رجوع کرتے ہیں۔ جسم مادی ہے اور اس کی غذا بھی مادی ہے، دوا بھی مادہ سے آتی ہے۔ پھر اس کا معالج ہر وہ شخص بن جاتا ہے جو اس فن کو حاصل کرے خواہ نیک ہو یا بد، مومن ہو یا کافر، مرد ہو یا عورت، بات فن کو حاصل کرنے کی ہے۔

روح امر باری ہے اور بہت لطیف شے ہے حتیٰ کہ فرشتے سے بھی لطیف تر ضروریات اس کی بھی اتنی اور اسی طرح کی ہیں جیسی بدن کی مگر یہ مادی نہیں بلکہ لطیف ہے پھر اس کا معالج ہر کوئی نہیں بن سکتا۔ یہ ایسا قیمتی فن ہے جس کے لئے افراد ازل سے چنے گئے بلکہ تخلیق ہی خصوصی طور پر کئے گئے۔ کوئی کتنی بھی محنت کرے اس کمال کو نہیں پا سکتا۔ اصطلاح شریعت میں ان کو نبی کہا گیا ہے پھر یہ حضرات بھی اپنی طرف سے کچھ تجویز نہیں کرتے بلکہ اس کی غذا، اس کی دوا خود اللہ مہیا کرتا ہے۔

سمعون للکذب اکلون للسحت ط

(یہ جھوٹ سننے والے اور بڑے حرام کھانے والے ہیں'المائدہ42)

اور اب میموسکنڈل!! نہ جانے پٹاری میں ابھی کتنے اور سکینڈل باقی ہیں۔قومی سٹیل مل'NICL کرپشن'رینٹل پاور پلانٹس'پی آئی اے'ریلویز' غرض کرپشن کی داستانوں کا کوئی شمار نہیں۔ جہاں دو شخص مل بیٹھتے ہیں اکثر موضوعِ سخن یہی سکینڈل اور کرپشن کی داستانیں ہوتی ہیں۔المرشد نے گذشتہ اداریے میں کرپشن کا آئینہ دکھاتے ہوئے صدرِ مملکت سے ایک عام اہلکار تک اور عوامی قائدین سے ایک عام شہری تک سبھی کو اس آئینے میں خود کو دیکھنے کی دعوت دی تھی اور آج کا اداریہ اسی موضوع کا تسلسل ہے۔قرآن حکیم نے یہود کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بہت بڑے عذاب کی وعیدان کی دو برائیوں پر دی ہے:" یہ جھوٹ سننے والے اور بڑے حرام کھانے والے ہیں۔"

دنیا میں کرپشن ہماری پہچان بن چکی ہے تو سیاست کے لبادے میں جھوٹ ہمارا قومی وطیرہ ہے۔ڈنکے کی چوٹ پر جھوٹ بولا جا رہا ہے اور ماضی میں بار بار سچ کے نام پر دھوکہ کھانے کے باوجود ہر نئے جھوٹ کو سچ مان لیا جاتا ہے۔ ہر وہ جھوٹ جو خود اپنی صداقت کی نفی کر رہا ہے'صرف اس لئے سچ مان لیا جاتا ہے کہ یہ ہماری پارٹی کے قائد کی زبان سے ادا ہوا'یہ ہمارے فلاں چوہدری صاحب'خان صاحب'راجہ صاحب'میاں صاحب'وڈیرے'رئیس یا سردار کا فرمان ہے۔پورے معاشرے میں زبانیں صرف جھوٹ اگل رہی ہیں لیکن جھوٹ کو جھوٹ کہا جاتا ہے نہ اسے جھوٹ مانا جاتا ہے۔اس حقیقت کا اگر کسی نے مشاہدہ کرنا ہو تو کسی ٹی وی چینل پر کوئی بھی ٹاک شو دیکھ لیں۔دو قطعی متضاد آراملیں گی اور دونوں فریق گلا پھاڑ پھاڑ کر ان کے سچ ہونے پر اصرار کریں گے جبکہ دونوں کا بیک وقت سچ ہونا ممکن ہی نہیں۔پوری قوم جھوٹ کے ان دنگلوں کو بڑے دلچسپی سے دیکھتی ہے یا قرآن کے الفاظ میں جھوٹ سنتی ہے اور اس بات پر تعریف وستائش کے ڈونگرے برسائے جاتے ہیں کہ ہمارے فلاں جھوٹے پہلوان نے ایسا داؤ پیچ لگایا کہ سچ کا پڑا کر دیا۔حضرت امیر المکرم نے ان ٹاک شوز اور جھوٹ پر مبنی لایعنی پروگراموں کے اثرات سے متنبہ فرمایا ہے کہ مسلسل جھوٹ کی سماعت سے وہ قلوب بھی جو ذکر وفکر سے صیقل ہو چکے ہوتے ہیں اس کی ظلمت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

حرام خوری اور جھوٹ سننے کے وبا جب یہود کی پہچان بن گئی تو وہ غضب الٰہی کا شکار ہوئے۔کیا یہی دونوں برائیاں ہمارا قومی شعار نہیں بن چکیں؟ کیا غضب الٰہی کے سامنے ہمیں کوئی استثناء حاصل ہے؟ یہود نے بھی استثنیٰ کا دعویٰ کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے چہیتے ہیں لیکن غضب الٰہی کے مستحق ٹھہرے۔قانونِ الٰہی اٹل ہے۔قومی سطح پر حرام خوری'مسلسل جھوٹ بولنا اور جھوٹ سنتے رہنا غضب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔اگر اب بھی چھوٹے اور بڑے تمام حرام خوروں کو احتساب کے کٹہرے میں کھڑا نہیں کریں گے اور آج جھوٹ کے سیلاب کے سامنے سچائی کا بند نہیں باندھیں گے تو شاید اس کے بعد یہ موقع نہ مل سکے۔اللہ تعالیٰ ہمیں توبہ اور اپنی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

ابوالاحمدین

کلام شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر	نشانِ منزل
کون سی ایسی بات ہوئی ہے	سوچ سمندر

متاعِ فقیر	آس جزیرہ	دیدہ تر

اس بارے میں ڈاکٹر اجمل نیازی لکھتے ہیں:

''اپنی آسودگی کے لئے وہ ذکر کرتے ہیں فکر کرتے ہیں اور شعر بھی کہتے ہیں یہ ان کے فرصت کے لمحوں کی فراست ہے۔ فراختوں کو فروغ دینے کیلئے یہ مشغلہ انہوں نے اختیار کیا ہے شاید وہ ریلیکس ہونا چاہتے ہیں تو شعر کہتے ہیں لوگ اس کام کے لئے تفریح کے کیا کیا سامان ڈھونڈتے ہیں مگر ملک صاحب کی تفریح بھی ترفع سے خالی نہیں ان کی شاعری ان کے اعلیٰ وارفع معمولات کا ایک ہلکا پھلکا روپ ہے ان کی شاعری کے علاوہ بھی کچھ ہے اس شاعری سے کچھ لینے کے لئے حضرت اکرم صاحب کے پاس کچھ دیر بیٹھنا بہت ضروری ہے پھر پڑھنے والوں کو ایک اور ہی لطف آئے گا۔''

غزل

شب دراز کو آخر سحر بھی ہونا تھا
کبھی تو آہ میں اپنی اثر بھی ہونا تھا

جلا تھا میرا نشیمن جو اِک سر راہے
خبر نہیں تھی کہ وہ اپنا گھر بھی ہونا تھا

بچا نہ دل تو بھلا اور کون بچ پاتا
شہید تیغ ستم اب جگر بھی ہونا تھا

بہت سنبھال کے رکھا تھا جذبہ دِل کو
کہیں تو ایک دن اس کو نظر بھی ہونا تھا

وفا کا قطرہ جو اس دِل کے سیپ میں اترا
اُسی کو ایک دن آخر گہر بھی ہونا تھا

تم اعتراف شکست وفا ہی کر لیتے
کسی کو زیر کسی کو زبر بھی ہونا تھا

ثبات کس کو ہے دنیا میں دیکھ لے سیماب
دھواں دھواں ترے دل کا نگر بھی ہونا تھا

''کون سی ایسی بات ہوئی ہے'' سے اقتباس

اقوالِ شیخ

☆ ہمارا نکتہ اتحاد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ جو اللہ کا نہ ہو سکا اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وفا نہ کر سکا وہ ملک سے کیا وفا کرے گا۔

☆ اللہ کے قانون اٹل ہیں۔ اللہ کے ساتھ خلوص کے ساتھ ایمان لاؤ۔ اللہ کے نبی ﷺ پر اعتبار کرنا سیکھو۔ اطاعت کا حق ادا کرو پھر بخشش کی دعا مانگو۔ دعا مانگو کہ بار الٰہا میری عبادت تیری شان کے لائق نہیں تو اسے اپنے لطف و کرم سے قبول فرما لے۔

☆ بندے پر آسانی آئے اور جذبۂ شکر ساتھ لائے، بندے کو اللہ کے قریب کر دے، اتباعِ نبوی ﷺ کی توفیق نصیب ہو تو یہ آسانی و فراوانی انعامِ الٰہی ہے۔

☆ اگر مال و دولت پا کر بندہ ناشکرا ہو جائے، برائی میں زور پکڑ جائے، اخلاق سے عاری ہو جائے تو ایسا مال و دولت عذابِ الٰہی ہے۔

☆ جو لوگ امورِ دنیا میں تو پورے نہیں اترتے اور سمجھتے ہیں کہ ہماری آخرت بن رہی ہے وہ سب سے بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

ذکر قلبی نصیب ہو جائے تو اتباع شریعت سے ہٹنا محال ہو جاتا ہے۔ جس طرح پیاس لگتی ہے پانی کیلئے، بھوک لگتی ہے کھانے کیلئے اسی طرح وجود میں اطاعت الٰہی کی طلب پیدا ہو جاتی ہے

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرشِ عظیم سے جا ٹکرائے۔

ذکر کی برکات عملی زندگی میں نظر آنی چاہئیں

ماھانہ اجتماع
13-11-2011

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (الانفال:27)

اللہ کریم نے بڑی عجیب بات ارشاد فرمائی ہے۔ وہ خالق ہے وہ مالک ہے، عدم سے وجود عطا کرنے والا ہے، انسان کے بدن کے ایک ایک ذرے ایک ایک سیل سے واقف ہے۔ اس نے دماغ پیدا کیا وہ خود اس کی سوچوں سے آگاہ ہے۔ دل اس نے خود عطا فرمایا، دل کی کیفیات سے ہمہ آن واقف ہے۔ اعمال اور کردار اس کے سامنے ہیں کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ انسان دنیا میں پھنس کر عجیب عجیب مصیبتوں میں مبتلا ہوا ہے۔ ''اکمال الشیئم'' میں وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی دنیا کی مصیبتوں کو کم کرنا چاہتا ہے تو اپنے پاس دنیا کی چیزوں کو کم کردے۔ جتنی چیزیں تیرے پاس ہوں گی اتنی مصیبتیں اور پریشانیاں بڑھتی جائیں گی۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ انسان قناعت نہیں کرتا اسے زندہ رہنے کے لیے دو وقت کھانا چاہیے، آرام کرنے کے لیے گھر اور بستر چاہیے، محدود ضروریات سے بھی اس کا گزارا ہو سکتا ہے۔ ایک فرد ایسا بھی ہے جس کے پاس پورا لباس بھی نہیں لیکن جس کے پاس پورا ہے وہ کہتا ہے اس سے زیادہ قیمتی ہونا چاہیے۔ ایک شخص کے پاس جوتے بھی نہیں، دوسرے کے پاس پانچ گاڑیاں ہیں وہ کہتا ہے پانچ کی سات ہو جائیں یہ ایک سال چل چکی ہے نئی آجائے۔ انسانی مزاج ہے ایک شخص کے پاس ایک کمرے کا گھر بھی نہیں اور دوسرے کے پاس ایک محل ہے وہ چاہتا ہے کئی محل ہونے چاہئیں۔ تو دنیاوی چیزیں اکٹھا کرنا، جمع کرنا یہ انسانی مزاج ہے۔ ہر بندہ اپنی بساط کے مطابق اس میں لگا رہتا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ دنیا جس قدر بڑھتی ہے اتنے افکار بڑھتے ہیں، اتنی مصیبتیں بڑھتی ہیں، اتنی ذمہ داریاں بڑھتی ہیں۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ دنیا کمانا منع نہیں ہے لیکن ہر جائز و ناجائز حلال و حرام کو جمع کرنا منع ہے۔ حصولِ رزق کے چار معروف ذرائع ہیں ذرائع تجارت، ملازمت، مزدوری اور کاشتکاری ان کے علاوہ کوئی ذریعہ آمدن صحیح نہیں ہوگا۔ تو اللہ نے ایمان عطا فرمایا اور یہ بھی اس کی بہت بڑی عطا ہے کہ ہم مسلمان والدین کے ہاں پیدا ہوئے۔ دنیا میں پہلی آواز ہمارے کانوں میں اذان کی پڑی اللہ کی عظمت اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت کی بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ لیکن عملی زندگی میں آکر ایک عجیب تضاد واقع ہو گیا کہ ایک وقت میں ہم ایمان کے دعویدار بھی ہیں، توحید و رسالت کا اقرار بھی کرتے ہیں، اپنے عاجز ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ دوسری طرف ہم اپنی مرضی کرتے ہیں، اطاعت الٰہی سے نکل جاتے ہیں، اتباع نبوی ﷺ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم تو اتنے کمزور ہو گئے ہیں کہ مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے اس کا ایک حصہ ہے کہ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا

قیامت کو انہی لوگوں میں سے اسے کھڑا کیا جائے گا۔ صاحب مرقاۃ نے اس کی شرح میں ایک واقعہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب فرعون غرق ہوا تو فرعون کے دربار میں ایک درباری مسخرہ ہوا کرتا تھا۔ جو موسیٰ کا حلیہ بنالیتا ویسا لباس پہن لیتا، لاٹھی پکڑ لیتا، ویسے ہی جوتے پہنتا۔ غرض ہر طرح سے موسیٰ کی نقل بنا کر دربار میں موجود ہوتا۔ موسیٰ کی زبان مبارک میں تتلاہٹ تھی۔ تتلا کر کلام فرماتے تھے تو اس طرح زبان میں تتلاہٹ بنا کر وہ فرعون کے دربار میں مذاق اُڑایا کرتا تھا۔ صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں جب فرعون اور اس کا لشکر غرق ہو گیا تو وہ ایک بندہ تھا جو کنارے پہ کھڑا تھا۔ اُسے زندہ دیکھ کر موسیٰ نے عرض کی بارالہا یہ تو سب سے زیادہ میرا مذاق اُڑاتا اور مجھے پریشان کرتا تھا تو آپ نے اسے چھوڑ دیا؟ تو فرماتے ہیں، ارشاد ہوا کہ نقل سہی لیکن ہے تو موسیٰ کی۔ تو میری غیرت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ میں اسے فرعون کے ساتھ ڈبودوں۔ یہ اپنی سزا الگ سے پالے گا لیکن غیرت الٰہی کو یہ گوارا نہیں ہے۔ نقلی موسیٰ ہی سہی میں اسے فرعون کے ساتھ غرق نہیں کرنا چاہتا۔

ہم اپنی زندگی میں اتنے کمزور ہو گئے ہیں کہ ہم سے اپنا حلیہ اور لباس بھی شرعی نہیں رکھا جاتا اور اگر کوئی شرعی لباس میں نظر آئے تو اسے گنوار یا اُجڈ یا بیوقوف سمجھا جاتا ہے اور جو کافروں کے لباس میں ملبوس ہو وہ معزز ہوتا ہے۔ ہمارے حلیے بدل گئے ہیں، چہرے بدل گئے حالانکہ یہ معمولی بات نہیں۔ علامہ ابن خلدون اپنی مشہور تصنیف ''مقدمہ'' میں فرماتے ہیں کہ کسی قوم کا حلیہ یا لباس اختیار کر لینے والا اس قوم کی ہر برائی کو معمولی سمجھنے لگتا ہے اور اس میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ جو بندہ کسی قوم کا لباس اور حلیہ اپنا لیتا ہے اس قوم کی بڑی بڑی برائیاں اس کی نظر میں کمزور ہو جاتی ہیں پھر وہ ان برائیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے ہمارے ہاں قول و فعل کا جو تضاد پایا جاتا ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ قول ہمارا یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں، اللہ کی عظمت پر یقین رکھتے ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا سچا نبی اور خاتم الانبیا، تمام انبیا کا بھی نبی مانتے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی۔

ہمارے ہاں ایک اصطلاح ہے ختم نبوت۔ قرآن کے الفاظ سے علما حضرات نے یہ وضع فرمائی ہے کہ قرآن نے خاتم النبیینؐ فرمایا تو ''ختم نبوت'' کی اصطلاح علماء نے وہاں سے لی۔ لیکن عام آدمی اس کا مفہوم نہیں سمجھتا۔ اس کا مفہوم اور معنی یہ ہے کہ نبوت ختم ہوگئی۔ خاتم عربی میں ختم کرنے والے کو بھی کہتے ہیں، خاتم انگوٹھی کو بھی کہتے ہیں، خاتم اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی کام کی تکمیل کرے، مکمل کرے۔ تو خود حضور ﷺ نے اس کی وضاحت اپنی حدیث پاک میں فرمائی کہ اگر نبوت کو ایک بہت عالیشان عمارت سمجھا جائے کوئی اسے دیکھے اس کے اردگرد گھومے اس کی کھڑکیاں دروازے، درو دیوار، اس کا رنگ و روغن دیکھے تو ایک ایک چیز اس میں مکمل ہے لیکن ایک سل کی جگہ اس میں خالی ہے۔ فرمایا: فَكُنْتُ اَنَ سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَه خُتِمَ لِيَ الْبنيان وَخُتِمَ بِيَ الرُّسُل خالی جگہ کی وہ سل میں ﷺ ہوں۔ جو جگہ خالی تھی وہ میں نے پوری کر دی اور نبوت کی عمارت مکمل ہوگئی۔ اور اس میں مزید کسی کی گنجائش نہیں ہے کہ کوئی نئی نبوت آئے گی یا نیا نبی آئے گا۔ ختم نبوت سے مراد تکمیل نبوت ہے کہ نبوت مکمل ہوگئی۔ جب ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ وہ ہستی ہیں جن پر یہ عظیم کام مکمل ہو گیا۔ کار نبوت کیا ہے؟ اللہ اور اللہ کے بندوں کے درمیان واسطہ صرف نبوت ہے۔ خالق اور مخلوق کے درمیان تعلق کا ذریعہ نبوت ہے۔ اللہ ہم سے کیا چاہتے

ہیں کس بات پہ راضی ہیں، اللہ کریم کس بات پہ خفا ہوں گے یہی اصل کام ہے۔ یہ سارا کام اللہ کا نبی کرتا ہے، نبوت کرتی ہے۔ تو نبوت پہ بھی یقین کا دعویٰ ہے، اللہ پہ بھی یقین کا دعویٰ ہے اور جب ہم عملی زندگی میں جاتے ہیں تو جو جو کام منع فرمائے ہیں وہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ سود کھا لیتے ہیں، جھوٹ بول لیتے ہیں، دوسروں کا مال کھا جاتے ہیں، تنخواہ لے لیتے ہیں کام پورا نہیں کرتے۔ مزدوری لے لیتے ہیں کام پورا نہیں کرتے، بات تک کرنے میں امانت و دیانت کو بھول جاتے ہیں تو اللہ کریم اسے کس نگاہ سے دیکھتے ہیں؟ فرماتے ہیں ایسا کرنے والے لوگ میرے ساتھ اور میرے رسول ﷺ کے ساتھ خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بددیانتی کرتے ہیں۔ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو تمہیں تو یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اللہ کے احکام میں خیانت کرو۔ وَالرَّسُوْلَ اور اللہ کے رسول کے ساتھ خیانت کرو۔ یہ بہت بری بات ہے، بہت بڑا جرم اور بہت زیادتی کی بات ہے۔ ہماری زندگیوں کو اگر دیکھا جائے تو ہم میں سے اکثریت نے داڑھیاں بھی رکھی ہوئی ہیں، نمازیں بھی پڑھ لیتے ہیں، حج بھی کر آتے ہیں، ارکان دین کو بھی مانتے ہیں لیکن جب عملی زندگی میں جاتے ہیں تو پھر بددیانتی شروع کر دیتے ہیں۔ دکان ہے تو وہاں بددیانتی کرتے ہیں، پیسے زیادہ لے لیں گے چیز کم دیں گے یا اس کا معیار صحیح نہیں دیں گے یا وزن پورا نہیں دیں گے۔ ملازمت کرتے ہیں تو دیانتداری سے اپنے فرائض ادا نہیں کریں گے حتیٰ کہ مزدوری تک کرنے میں ڈنڈی مارنے سے باز نہیں آئیں گے تو یہ کیوں ہوتا ہے؟

ایمان کیا ہے؟ ایمان کی اگر کوئی definition ہو تو کیا ہوگی؟ کوئی چیز ہے، ٹھوس ہے، مائع ہے، کیا ہے؟ اس کی کوئی لمبائی چوڑائی ہے، اس کا کوئی طول عرض ہے تو وہ کیا ہے؟ ایمان کیا ہے؟ ایمان ایک کیفیت ہے، ایک حالت ہے جسے یقین کہتے ہیں۔ یقین جب اللہ کی توحید پہ ہوتا ہے، اس کی عظمت پہ ہوتا ہے، اس کی کبریائی پہ ہوتا ہے، یقین جب اس کے رسول کی صداقت پہ ہوتا ہے تو وہ ایمان بن جاتا ہے۔ اگر بندہ آپ کو بتا دیتا ہے کہ یہ گلاس اور اس میں جو پانی ہے اس میں زہر ملا دیا گیا ہے آپ کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں کہ آپ تحقیق کر سکیں کہ اس میں زہر ہے کہ نہیں ہے لیکن بتانے والا اتنا سچا ہے کہ اس سے کبھی غلط بات کا تصور نہیں ہوتا۔ اس کی بات پہ آپ کو یقین بے شک نہ بھی آئے لیکن آپ وہ پانی پینے کا رسک نہیں لیں گے کہ اگر واقعی زہر ہوا تو پھر میں تو مر جاؤں گا۔ اصدق الصادقین رسول اللہ ﷺ جن باتوں سے منع فرماتے ہیں وہ وہی زہر یلے گلاس ہیں۔ ان کاموں میں زہر ہے جو ایمان کو کھا جاتا ہے جس سے روح کی موت واقع ہو جاتی ہے اور بدن روح کی چلتی پھرتی لاش بن جاتا ہے۔ وَاَجْسَامُھُمْ قَبْلَ الْقُبُوْرِ قُبُوْرُھُمْ لوگوں کے بدن قبروں میں جانے سے پہلے روحوں کی قبریں بن جاتے ہیں۔ پھر ہم وہ کام کیوں کرتے ہیں؟ اس کردار کو اللہ نے فرمایا کہ یہ خیانت ہے اللہ کے ساتھ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ کہ دعویٰ ایمان کا ہو اور کردار حضور ﷺ کے حکم کے خلاف ہو تو فرمایا یہ بددیانتی ہے، منافقت ہے، یہ جرم تو اپنی جگہ پر ہے۔ بددیانتی کی جس کا مال لیا اس کے قصور وار ٹھہرے۔ وہ جرم اپنی جگہ پر ہے۔ کسی کے ساتھ زیادتی کی وہ جرم اپنی جگہ پر ہے۔ اس کے علاوہ دوسری صورت اس جرم کی یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ خیانت بھی کی۔ یعنی گناہ صرف اکیلا جرم نہیں ہے۔

ہم نے کسی کا مال لے لیا، کسی سے رشوت لے لی، کسی کی بے عزتی کردی، کسی کو لوٹ لیا، کسی کو دھوکا دیا یا کسی سے جھوٹ بول دیا وہ جرم بندے کے ساتھ ہے ہی، وہ گناہ اپنی جگہ ہے۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ بددیانتی کی تو فرمایا ایسا ہرگز نہ کرنا اور یہ ہوتا کیسے ہے؟ وہی بات آگے گئی وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ آپس کے حقوق و فرائض میں کوتاہی کرتے ہیں تو یہ خیانت ہے اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ بندے کے ساتھ بددیانتی ہوئی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ بھی بددیانتی کی۔ پھر اللہ ہے، کریم ہے، جانتا ہے وہ فرماتا ہے وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تم جانتے ہوتے ہو ہر گناہ جان بوجھ کر کرتے ہو۔ کوئی ایسا گناہ نہیں جس کا تمہیں علم نہ ہو، تم علم رکھنے کے باوجود، جانتے بوجھتے گناہ کرتے ہو۔

تعلیمات کا اثر تعلیم دینے والی ہستی کی قابلیت پہ ہوتا ہے۔ ایک بندہ پڑھاتا رہتا ہے سمجھاتا رہتا ہے بچوں کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔ ہمارے ایک ماسٹر ہوا کرتے تھے ہمیں پڑھاتے تھے تو وہ ہمیں مذاق میں کہا کرتے تھے کہ ہمارے ماسٹر چھوٹے بچوں کو سکول میں سمجھاتے نہیں کہ اصل حرف کیا ہے بس بتادیتے ہیں ط، ظ یاد کرو۔ کھڑے ہو جاؤ اسے سو سو بار دہراؤ تو جب چھٹی ہوتی ہے اور وہ گھروں کو جا رہے ہوتے ہیں تو وہ یاد کرتے ہوئے جا رہے ہوتے ہیں۔ اوئے اوئے اوئے اوئے وہ ط۔ ظ کے حروف کو بھول چکے ہوتے ہیں تو وہ اوئے اوئے کرتے ہوئے بھاگتے ہوئے جا رہے ہوتے ہیں۔ یہ پڑھانے والے پر منحصر ہے کہ اس کا طریقہ تعلیم کیا تھا۔ اس نے صرف بات بتائی یا دل میں اور ذہن میں بٹھادی۔ اب جو کچھ ہم بولتے ہیں جو کچھ ہم لکھتے ہیں جو کچھ ہم پڑھتے ہیں جو بیان کرتے ہیں یہ اساتذہ کا ہی تعلیم کیا ہوا ہے۔ ان اساتذہ کا جن کی تعلیم دل پر نقش ہوگئی وہ زندگی بھر کام آتی ہے۔ سب سے اعلیٰ ترین استاد کائنات میں ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ جن کی تعلیمات کا اثر یہ ہے کہ اب پندرہویں صدی چل رہی ہے پندرہ سو سال بعد بھی، ساڑھے چودہ سو سال بعد بھی کسی مسلمان گنوار سے، چرواہے سے آپ پوچھیں۔ اسے لکھنا پڑھنا نہیں آتا، اسے اردو بولنا نہیں آتا لیکن وہ جانتا ہے اللہ واحد ہے، اللہ لاشریک ہے۔ عجیب بات ہے وہ جانتا ہے انسان کی روح عالم امر سے ہے، وہ جانتا ہے قبر میں حساب کتاب ہوگا، وہ جانتا ہے حشر کو میزان پر اعمال تولے جائیں گے، وہ جانتا ہے لوگ جنت میں بھی جائیں گے، دوزخ میں بھی جائیں گے۔ زندگی کی یہ ابتدا، انتہا اسے کس نے سکھائی؟ مزے کی بات ہے آپ اس سے پوچھیں یہ کام آپ کو کرنا چاہیے یا نہیں کرنا چاہیے یہ جائز اور یہ ناجائز ہے۔ اہل علم کی بات تو اور ہے جو لوگ کسی مدرسے کے سامنے سے بھی نہیں گزرے وہ بھی جانتے ہیں یہ قوت کس کی ہے؟ اس معلم انسانیت ﷺ کی جس کی تعلیمات نسلاً بعد نسل ذہنوں سے ذہنوں میں منتقل ہوتی چلی جاتی ہیں۔ لہٰذا اللہ کریم نے فرمایا اللہ کے ساتھ، اللہ کے رسول کے ساتھ بددیانتی نہ کرو۔ آپس میں حقوق و فرائض کا خیال رکھو۔ آپس میں بھی بددیانتی نہ کرو۔ کسی کا حق مار لینا اپنا فرض ادا نہ کرنا ایسا ہی ہے جیسا کسی کا حق مار لیا جائے۔ اور پھر فرماتے ہیں وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور تم جانتے ہو تمہیں پتہ ہے میں کیا کر رہا ہوں۔ تم اتنے بے خبر نہیں ہو کہ برائی اور اچھائی کو سمجھ نہیں سکو۔ تم نیکی کو بھی سمجھتے ہو تم برائی کو بھی سمجھتے ہو تو پھر ایسا نہ کرو اور اس کے لیے اس یقین میں جسے ایمان کہتے ہیں اس میں پختگی کی ضرورت ہے۔ وہ اتنا مضبوط ہو کہ وہ ہمیں حضور ﷺ کی

نافرمانی سے روک دے۔ دوسروں کے حقوق ضائع کرنے سے روک دے۔ اپنے فرائض ادا کرنے کی ہمت دے دے اور اس کا سب سے مؤثر ذریعہ جسے قرآن کریم نے بے شمار تاکید کے ساتھ اور بار بار دہرا کر فرمایا ہے وہ ذکر الٰہی ہے۔ تو بندہ دوا کھاتا ہے، ہر بندہ جب دوا کھاتا ہے تو وہ اپنے مرض کو دیکھتا ہے کہ دوا کھانے سے مرض میں افاقہ ہوا کہ نہیں۔ سارے بندے ایک ہی دوا سے تندرست نہیں ہو جاتے لیکن افاقہ ضرور ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (البقرۃ:257) ایمان والوں کا تو اللہ دوست ہے۔ یعنی ہر مومن ولی اللہ ہے۔ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ہم جن بزرگوں کو ولی اللہ سمجھتے ہیں اس میں ہمارا حسن عقیدت ہے، ہمارا حسن ظن ہے لیکن اس کی ہمارے پاس کوئی سند نہیں ہے یہ ہمارا یقین ہے، ہمارا خیال ہے، ہماری سوچ ہے کہ اس بندے کا کردار ایسا ہے، اس کا عمل ایسا ہے، یہ ذاکر ہے، یہ اللہ اللہ کرنے والا ہے۔ اب تو وہ معیار بھی بدل گیا۔ اب تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ غیب کی خبریں دینے والا ہے اور یہ دعا کرے تو رزق مل جاتا ہے، یہ دعا کرے تو نوکری مل جاتی ہے۔ نیکی کا معیار بدل گیا اب ولایت کا مطلب بھی دنیاداری ہے لیکن اس کی رسید نہیں ہے۔ یہاں قرآن کریم کا بڑا عجیب انداز ہے۔ یہ نہیں فرماتا کہ وہ بندہ میرا دوست ہے فرماتا ہے میں اس کا دوست ہوں۔ بڑا فرق ہے اس بات میں کہ یہ فرمایا جائے کہ یہ بندہ میرا دوست ہے یا کہا جائے کہ میں اس کا دوست ہوں، یہاں اللہ کریم فرماتے ہیں اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ہر ایماندار کا دوست ہے اور اللہ۔ انہیں ظلمت سے، تاریکی سے، برائی سے، خرابی سے، روشنی کی طرف، نور کی طرف لاتا ہے تو اس کا مطلب ہے انسان کی حالت سدھرتے سدھرتے سدھرتی ہے۔ ایک دم کایا پلٹ نہیں ہوتی۔ انسانی مزاج ایسا ہے۔ لیکن وہ سدھار نظر تو آنا چاہیے۔ آدمی کو بخار ہوتا ہے وہ دوائی لیتا ہے تو چلو پہلے دو گھنٹے ہوتا تھا تو کوئی آدھا گھنٹہ کم تو ہونا چاہیے۔ اس کا دورانیہ کم تو ہو جائے تو ہو سکتا ہے چھوڑ بھی جائے۔ تو جب ہم ذکر الٰہی کرتے ہیں تو یہ آخری دوا ہے life saving drug۔ دواؤں میں ایک دوا ہوتی ہے جسے کہتے ہیں لائف سیونگ ڈرگ کہ یہ زندگی بچانے والی آخری دوا ہے اگر یہ ناکام ہو گئی تو پھر علاج ہی کوئی نہیں۔ ذکر قلبی اصلاح کی آخری دوا ہے اگر کسی کو اس سے بھی فائدہ نہیں ہوتا تو اس کا مرض لاعلاج ہے پھر وہ اسی مرض میں مرجائے گا تو ہمیں دیکھنا یہ چاہیے کہ ہم اللہ کے ساتھ معاملات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاملات میں اور لوگوں کے ساتھ معاملات میں کتنی دیانتداری برت رہے ہیں۔ یہ ذکر الٰہی کا پھل ہے۔ صرف اس پہ رہنا کہ میں صبح اٹھ کر ذکر کرتا ہوں، رات کو بھی ذکر کرتا ہوں اب میں جھوٹ بھی بول رہا ہوں تو خیر ہے، میں کسی کے پیسے بھی کھا جاؤں تو خیر ہے یہ بات نہیں بنے گی۔ میں گناہ بھی کرتا رہوں تو خیر ہے، گناہ میں، برائی میں، نافرمانی میں خیر کا کوئی تصور نہیں۔ اللہ کا بڑا احسان ہے الحمدللہ کہ اس نے اس دور میں ذکر کی توفیق بخشی ہے۔ یہ عجیب عہد ہے اللہ کی بجائے لوگوں نے دنیا کی پوجا شروع کر دی ہے، لذات دنیا کی اور اقتدار کی اور ہر بندہ ایک دوڑ میں ہے۔ کسی کو امید ہے میں ملک کا سربراہ بن جاؤں اور لاکھوں لوگ اس لیئے اس کے پیچھے ہیں کہ سربراہ تو یہی بن جائے اور ہمارا اس کے ساتھ تعلق بن جائے تو بڑا فائدہ ہوگا۔ کمال ہے، عجیب بات ہے۔ یہ کوئی معیار نہیں کہ اس بندے کی سوچ کیا ہے، اس کا کردار کیا ہے، اس کے اختیار میں آئے گا تو یہ کیا حشر کرے گا یہ کوئی نہیں سوچتا۔ صرف یہ سوچتے ہیں کہ یہ حکمران بن گیا

تو میرا اس کے ساتھ تعلق ہوگا۔ کیا خاک تعلق ہوگا اپنا تعلق اللہ سے ثابت رکھو، اللہ کے رسول سے ثابت رکھو اور قائم رکھو اور اس بارگاہ سے خود کو منسلک رکھو جہاں کبھی زوال نہیں ہے۔ جس کی سلطنت ہمیشہ سے ہے ہمیشہ کے لیے ہے۔ اس بارگاہ میں اپنا تعلق قائم رکھو پھر تمہیں کسی کی کیا ضرورت ہے یہ تو وقتی اور موسمی چیزیں ہیں۔ یہ آتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ بڑے بڑے لوگ آئے اور چلے گئے۔ بڑی عجیب بات ہے کوئی انہیں یاد بھی نہیں کرتا ان کا کوئی نشان بھی نہیں ملتا بلکہ اللہ نے بعض بڑے بڑے ناموروں کو نشان عبرت بنا دیا کہ میں چاہوں تو ایسا بھی کر سکتا ہوں۔ تو یہاں حکم دیا جا رہا ہے کہ دعویٰ ایمان کے ساتھ اللہ و اللہ کے رسول کے ساتھ بددیانتی زیب نہیں دیتی یہ نہ کرو۔ یاد رکھیں ہر گناہ بددیانتی ہے۔ علمائے حق نے یہ چیزیں ارشاد فرمائی ہیں کہ گناہ دو قسم کے ہیں ایک چھوٹا ہے ایک بڑا ہے پھر ان میں تمیز فرمائی ہے کہ صغیرہ کون سا ہے اور کبیرہ کون کون سے ہیں۔ لیکن جب وہ ساری بحث کو سمیٹتے ہیں اور اس کا نتیجہ بیان فرماتے ہیں تو فرماتے ہیں حق یہ ہے کہ گناہ کبھی چھوٹا نہیں ہوتا۔ فرماتے ہیں کہ حاصل کلام یہ ہے، حق یہ ہے کہ گناہ کو بندے کی نسبت سے دیکھا جائے تو چھوٹا بڑا ہے لیکن جب اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی نسبت سے دیکھا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ نافرمانی کس کی ہے تو پھر کوئی گناہ چھوٹا نہیں رہتا۔ معاملات جو بندوں میں ہیں ان میں دیکھا جائے تو ایک بندے نے کسی کا ایک روپیہ مار لیا دوسرے نے اس کا ایک کروڑ مار لیا تو ظاہر ہے کہ یہ ایک روپیہ چھوٹا گناہ ہے جو ایک کروڑ کھا گیا وہ بڑا گناہ ہے لیکن جب اللہ کریم کی نافرمانی کی جائے تو سارے گناہ بڑے ہو جاتے ہیں۔

تو ذکر میں باقاعدگی ہی نہیں، محنت کی جائے۔ زندگی کی گنتی کی سانسیں ہیں اور یہ آخرت کا خزانہ ہے۔ جتنا سمیٹ سکیں سمیٹیں لیکن یہ دیکھتے رہیں کہ ذکر کی برکات عملی زندگی میں نظر آنی چاہئیں اور اس کا فائدہ عملی زندگی میں ہونا چاہیے۔ گناہ سے دوری ہونی چاہیے۔ اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا اہتمام ہونا چاہیے اور حضور اکرم ﷺ کے دامانِ رحمت سے وابستہ رہنے کی پوری سعی کی جائے اللہ کریم ہم سب کی خطائیں معاف فرمائے اور ہمیں اتباع رسالت اور اطاعت الٰہی کی توفیق ارزاں فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

دعائے مغفرت

۱۔ گکھڑ منڈی گوجرانوالہ کے ساتھی عبدالرزاق بٹ کے والد محترم وفات پا گئے ہیں

۲۔ جڑانوالہ سے سلسلہ کے ساتھی مقصود احمد کی والدہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔

۳۔ ایبٹ آباد سے سلسلہ کے ساتھی میانداد وفات پا گئے ہیں۔

۴۔ کراچی سے سلسلہ کے ساتھ نوید احمد خاں کے والد محترم وفات پا گئے ہیں۔

۵۔ ڈاکٹر عبدالحمید شکارپور سندھ کی اہلیہ وفات پا گئی ہیں۔

۶۔ ڈاکٹر محمد یونس شورکوٹ ضلع جھنگ کی والدہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔

ساتھیوں سے دعا کی درخواست ہے۔

معاشی دہشت گردی
سعودی عرب کا تطہیر زر کا قضیہ

مصنف: جان پرکنز
ترجمہ: حنیف راؤ

یہ مضمون ایک کتاب ''معاشی ضرب کار (Economic Hit Man) کے اعترافات'' سے لیا گیا ہے۔ جس کا مصنف ایک امریکی جان پرکنز ہے جو امریکہ کی ہی ایک بین الاقوامی کمپنی (Multinational Company) ''مین'' (MAIN) کا ملازم تھا اور اُسے امریکی استعماری معاشی غلبہ کو بڑھانے کی تربیت دی گئی تھی اور اس کو یہ (Task) کام دیا گیا تھا ''تم مختلف اقوام کے رہنماؤں کی حوصلہ افزائی کرو کہ وہ اس بڑے نظام (Network) کا حصہ بن جائیں جو امریکہ کے تجارتی مفادات کو آگے بڑھانے کے لیے کام کرتا ہے۔ جب وہ اس کا حصہ بن جائیں گے تو انجام کار قرضوں کے ایسے جال میں پھنس چکے ہوں گے کہ ہمارے ساتھ ان کی وفاداریاں یقینی ہو جائیں گی۔ پھر اپنے سیاسی، معاشی یا عسکری مقاصد کی تکمیل کے لیے ہم ہر طرح سے ان پر بھروسہ کر سکیں گے۔''

معاشی ضرب کار کے بارے میں وہ لکھتا ہے ''معاشی ضرب کار (Economic hit men) اعلیٰ معاوضوں پر کام کرنے والے ماہر پیشہ ور لوگ ہوتے ہیں جو ان کے چنگل میں پھنس جانے والے ممالک کو اربوں کھربوں ڈالر کی چوٹ دیتے ہیں۔ ان کی ترک تازیاں عالم گیر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو عالمی بینک، USAID اور ایسے ہی دیگر امداد فراہم کرنے والے اداروں سے بھاری بھاری رقوم کا رُخ عظیم الشان کارپوریشنز کی تجوریوں اور گنے چنے امیر کبیر خاندانوں کی جیبوں کی جانب پھیر دیتے ہیں جو پہلے ہی کرۂ ارض کے قدرتی وسائل پر مکمل اختیار رکھتے ہیں۔ یہ کون سا اسلحہ استعمال کرتے ہیں؟ دھوکے بازی سے تیار کی گئی مالیاتی رپورٹیں، انتخابی دھاندلیاں، رشوت، لوٹ کھسوٹ، جنس کے ہتھکنڈے اور قتل۔ ان کا کھیل اتنا ہی قدیم ہے جتنا سلطنتوں کے چکر، لیکن یہ کھیل ایسا ہے جو اس عالمگیریت کے دور میں اپنے حجم کے اعتبار سے انتہائی خوفناک شکل اختیار کر چکا ہے۔

اس کھیل کو مجھ سے زیادہ کون جانے گا، اس لیے کہ میں خود ایک معاشی ضرب کار EHM رہ چکا ہوں۔''

مصنف نے مختلف ممالک جن میں خصوصی طور پر مسلمان ممالک شامل ہیں بحیثیت معاشی ضرب کار کام کیا ہے۔ سعودی عرب چونکہ مسلمانوں کے لیے خصوصی حیثیت کا حامل ہے اور تیل کی دولت سے بھی مالا مال ہے لہٰذا اس کی دولت کو ہتھیانے اور اُسے محکوم بنانے کے لیے جو ہتھکنڈے استعمال کیے گئے ان کا اس مضمون میں ذکر ہے۔

1974ء کی بات ہے کہ ایک سعودی سفارت کار نے اپنے ملک کے دارالحکومت ریاض کی چند تصاویر دکھائیں۔ ان تصاویر میں ایک تصویر ایسی بھی تھی جس میں بکریوں کا ریوڑ ایک سرکاری عمارت کے پاس گندگی کے ڈھیر کو الٹ پلٹ کر رہا تھا۔

جب میں نے اس سفارت کار سے اس منظر کے بارے میں دریافت کیا تو اس کے جواب سے مجھے ذہنی دھچکا لگا۔ اس نے بتایا کہ شہر کی گندگی کو ٹھکانے لگانے کا یہی سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

وہ کہنے لگا ''کوئی باعزت سعودی اس گند کو ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔ اسی لیے ہم نے یہ کام جانوروں کے سپرد کر دیا ہے''۔

میرے ہوش و حواس اڑ گئے۔ دنیا کے سب سے بڑے تیل پیدا کرنے والے ملک کے صدر مقام میں بکریاں گھوم پھر کر گندگی کو چٹ کر رہی تھیں۔

اتفاق سے یہ وہ وقت تھا جب میرا تعلق کنسلٹنٹ کے اس گروپ سے تھا جو تیل کے بحران کا حل تلاش کرنے میں مصروف تھا۔ ان بکریوں نے مجھے ایک نکتہ سمجھایا کہ اس مشکل کا حل کس طرح تلاش کیا جا سکتا ہے۔ خصوصی توجہ اس امر کی جانب مرکوز کرنے کی ضرورت تھی کہ گذشتہ تین صدیوں کے پس منظر میں اس ملک کے معاملات کس نہج پر پروان چڑھتے رہے ہیں۔

سعودی عرب کی تاریخ تشدد کے واقعات اور مذہبی تعصب و دیوانگی سے بھری پڑی ہے۔ اٹھارویں صدی میں ایک مقامی جنگجو محمد ابن سعود نے قدامت پسند فرقہ وہابیوں کے بنیاد پرستوں سے گٹھ جوڑ قائم کیا۔ یہ ایک نہایت مضبوط اتحاد تھا اور اگلے دو سو سالوں کے دوران آل سعود اور ان کے وہابی اتحادیوں نے مل کر جزیرہ نمائے عرب کے بیشتر حصہ پر قبضہ کر لیا جس میں اسلام کے نہایت متبرک مقامات مکہ اور مدینہ بھی شامل تھے۔

سعودی معاشرہ اس کے بانیوں کی تنگ نظری پر مبنی سخت گیرانہ نظریات کا مظہر تھا اس میں قرآنی احکام و اعتقادات کا سختی سے نفاذ کیا گیا تھا۔ دینی پولیس کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے فرائض میں شامل تھا کہ پنج وقتہ نماز کو یقینی بنائیں۔ عورتوں کے لیے لازمی قرار دیا گیا کہ وہ اپنے آپ کو سر سے لے کر پاؤں تک ڈھانپ کر رکھیں۔ مجرموں کے لیے سزائیں انتہائی سخت رکھی گئی تھیں۔ کھلے بندوں پھانسی کی سزا دینا اور سنگسار کرنا معمول کی بات تھی۔ میں جب پہلی مرتبہ ریاض گیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میرے ڈرائیور نے بتایا کہ میں اپنا کیمرہ، بریف کیس بلکہ اپنا بٹوہ بھی اپنی گاڑی میں کھلے بندوں چھوڑ سکتا ہوں اور گاڑی بغیر تالا لگائے مارکیٹ کے قریب پارک کر سکتا ہوں۔

اس نے بتایا: ''یہاں چوری کرنے کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ چوروں کے ہاتھ کاٹ دیئے جاتے ہیں۔''

اسی روز بعد میں اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں ''چاپ چاپ'' چوک میں جا کر کسی کا سر قلم ہوتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہابیت جس سخت گیرانہ پالیسی پر عمل پیرا ہے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گلیاں چوروں سے بالکل پاک ہو گئی ہیں۔ قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے جسمانی سزائیں پوری طرح نافذ ہیں۔ میں نے بہرحال سر قلم کیے جانے کا منظر دیکھنے سے اجتناب کیا۔

سیاست اور معاشیات میں مذہب کا عمل دخل ہی وہ عنصر ہے جس کی وجہ سے تیل کی نقل و حرکت پر پابندی لگی اور جس نے پوری مغربی دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ 6 اکتوبر 1973ء کو جو یہودیوں کا مقدس ترین تہوار تھا (یوم کپور Yom kippur) مصر اور شام نے بیک وقت اسرائیل پر حملہ کر دیا۔ یہی جنگ اکتوبر کی ابتدا تھی۔ عرب اسرائیلی جنگوں میں یہ چوتھی اور سب سے زیادہ تباہ کن جنگ

تھی۔ یہی وہ جنگ تھی جس کا دنیا پر سب سے زیادہ گہرا اثر پڑا۔ مصر کے صدر سادات نے شاہ فیصل پر بہت زیادہ دباؤ ڈالا کہ وہ امریکہ کی اسرائیلی سرپرستی کے خلاف جوابی کارروائی کے طور پر تیل کا ہتھیار استعمال کرے۔ 16 اکتوبر کو ایران اور پانچ عرب خلیجی ریاستوں نے جن میں سعودی عرب بھی شامل تھا تیل کی قیمتوں میں ستر فیصد اضافہ کا اعلان کیا۔

کویت شہر میں عرب کے تیل کے وزرا اکٹھے ہوئے اور دیگر متبادل تجاویز پر غور وفکر کیا۔ عراقی نمائندے نے بڑی شدومد کے ساتھ اپنا نکتہ نظر بیان کیا کہ امریکہ کو نشانہ بنایا جائے۔ اس نے فردا فردا تمام وفود سے ملاقات کی اور ان پر زور دیا کہ دنیائے عرب میں تمام امریکی مفادت کو تومیالیا جائے، امریکہ اور ان ممالک کو تیل کی ترسیل پر مکمل پابندی عائد کی جائے جن کے اسرائیل کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہیں۔ اس کے علاوہ تمام عرب فنڈز امریکی بنکوں سے نکلوا لیے جائیں۔ اس کا موقف تھا کہ امریکی بنکوں میں عرب رقومات اتنی زیادہ ہیں کہ ان کے یکلخت نکلنے سے اتنا بڑا خوف و ہراس پھیلے گا کہ 1929ء کی افراتفری کو لوگ بھول جائیں۔

دوسرے عرب وزراء اتنے بڑے انقلابی اقدام سے جھجک رہے تھے لیکن 17 اکتوبر کو انہوں نے فیصلہ کیا کہ ایک محدود پابندی ضرور عائد کردی جائے جس کی ابتداء پیداوار میں پانچ فیصد کمی سے ہو اور ہر ماہ پانچ فی صد کمی مزید ہوتی چلی جائے حتیٰ کہ ان کے سیاسی مقاصد حاصل ہو جائیں۔ انہوں نے اس بات سے اتفاق کیا کہ امریکہ کو اس کی اسرائیل موافق پالیسیوں کی سزا ضرور دی جائے۔ اسی لیے اس کے خلاف پابندی شدید تر ہو۔ اس اجلاس کے شرکاء میں سے بعض ممالک نے اعلان کیا کہ وہ پانچ فی صد کمی کے بجائے دس فی صد کمی پر عمل پیرا ہوں گے۔

19 اکتوبر کو صدر نکسن نے کانگریس سے مطالبہ کیا کہ اسرائیل کو دو ارب بیس کروڑ ڈالر کی امداد دی جائے۔ اگلے روز سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک نے امریکہ کو تیل کی ترسیل پر مکمل پابندی عائد کردی۔

یہ پابندی embargo 18 مارچ 1974ء کو ختم ہوگئی۔ اس کا دورانیہ مختصر تھا لیکن اثرات بہت گہرے تھے۔ سعودی تیل کی قیمت جو یکم جنوری 1970ء کو 1.39 ڈالر فی بیرل تھی یکم جنوری 1974 کو 8.32 ڈالر فی بیرل کی بلند سطح پر پہنچ گئی۔ سیاستدان اور مستقبل کے منتظمین اس سبق کو کبھی نہ بھول سکیں گے جو انہوں نے 1970ء کی ابتداء اور اس کے وسط تک سیکھا۔ لیکن بالآخر ہوا یہ کہ اس گہرے صدمے نے کارپوریٹوکریسی کو اور مضبوط کردیا۔ اس کے تین ستونوں، بڑی کارپوریشنز، بین الاقوامی بنک اور گورنمنٹ کے درمیان گٹھ جوڑ اتنا پختہ ہوگیا کہ پہلے کبھی نہ تھا۔ اب یہ ایک پائیدار اتحاد ہے۔ اس پابندی کا بڑا نتیجہ رویوں اور پالیسی میں تبدیلی کی شکل میں رونما ہوا۔ وال سٹریٹ اور واشنگٹن کو سمجھ آگئی کہ کہ اس قسم کی پابندی آئندہ برداشت نہیں کی جائے گی۔ تیل کی ترسیل یقینی بنانا پہلے بھی ہماری ترجیحات میں شامل تھی۔ 1973ء کے بعد تو یہ ہماری جان کا روگ بن گئی۔ اس پابندی کی وجہ سے عالمی سیاست میں سعودی عرب کے کردار کی اہمیت بہت بڑھ گئی اور امریکہ کو احساس ہوگیا کہ ہماری اپنی معیشت کے لیے سعودی عرب کتنا بڑا مہرہ ہے۔ اس کے علاوہ اسی پابندی نے

کارپوریٹوکریسی کے لیڈروں کو وہ راہیں تلاش کرنے پر اکسایا جن کے ذریعہ پٹرول سے کمائے گئے ڈالر امریکی تجوریوں میں آ جائیں۔ انہوں نے اس بات پر خوب سوچ بچار کیا کہ سعودی حکومت کے پاس نہ تو انتظامی مشنری ہے اور نہ ہی ایسے اداروں کا ڈھانچہ موجود ہے جن کے ذریعہ زمین سے ابلنے والی دولت کو خاطر خواہ طور پر نظم وضبط میں لایا جا سکے۔

ادھر سعودی عرب کے لیے یہ اضافی آمدنی جو قیمتوں کے بے تحاشہ چڑھنے کی وجہ سے وجود میں آئی ایک طرح کی ملی جلی نعمت تھی۔ اب قومی خزانہ ڈالرز سے اٹا پڑا تھا۔ لیکن دولت کا یہ سیلاب ایک اور قومی اثاثے کو بہا کر لے گیا۔ وہ تھا وہابی عقیدہ جس پر اب تک سختی سے عمل ہو رہا تھا۔ اب دولت مند سعودی ساری دنیا کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ اب وہ یورپی اور امریکی سکولوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھ رہے تھے۔ اب وہ عالیشان کاریں خرید رہے تھے اور اپنے گھروں کو درآمد شدہ مغربی ساز وسامان سے آراستہ کر رہے تھے۔ قدامت پسند مذہبی عقائد کی جگہ ایک طرح کی نئی مادہ پرستی لے رہی تھی۔ اسی مادہ پرستی کے اندر تیل کے کسی آنے والے بحران کے خوف کا حل چھپا ہوا تھا۔ (اس مادہ پرستی کو جتنا زیادہ بھڑکایا جائے بحران اتنے ہی دور رہیں گے)

پابندی (embargo) کے ختم ہوتے ہی واشنگٹن نے سعودیوں کے ساتھ سلسلہ جنبانی شروع کیا اور ان کو فنی معاونت، عسکری ساز وسامان اور تربیت اور سعودی قوم کو بیسویں صدی میں لانے کی پیشکش کی۔ اس کے بدلے میں سعودی عرب نے ان کو پٹرول سے کمائے گئے ڈالر (پیٹرو ڈالر) دینے تھے اور یہ یقین دہانی کروانا تھی کہ اب کوئی دوسری پابندی تیل پر عائد نہیں ہوگی۔

ان مذاکرات کے نتیجہ میں ایک نہایت ہی غیر معمولی تنظیم وجود میں آئی۔ سعودی عرب اور امریکہ کا مشترکہ اقتصادی کمیشن (United States/Saudi Arabian Joint Ecnomic commssion) اس تنظیم کو عموماً JECOR کہا جاتا تھا۔ اس میں ایک انوکھا تصور پیش کیا گیا جو روایتی غیر ملکی امداد کے پروگرام کے بالکل الٹ تھا۔ اب سعودی دولت سے امریکی فرم اجرت پر حاصل کی جائیں گی جو سعودی عرب کی تعمیر نو کریں گی۔

اگرچہ اس کمیشن کا عمومی انتظام اور مالیاتی ذمہ داری امریکی محکمہ خزانہ کے سپرد تھی لیکن یہ کمیشن ہر لحاظ سے ایک آزاد ادارہ تھا۔ اس ادارے نے پچیس سال سے زائد عرصہ میں اربوں ڈالر خرچ کرنا تھے اور مزے کی بات یہ تھی کہ اتنی کثیر رقم کے خرچ پر کانگریس کا کوئی کنٹرول نہ تھا۔ چونکہ اس سارے معاملہ میں امریکہ کا ایک سینٹ بھی خرچ نہیں ہو رہا تھا لہٰذا محکمہ خزانہ کا کاغذی کردار ہونے کے باوجود کانگریس ایک عضو معطل تھی۔ JECOR کی پوری طرح چھان پھٹک کے بعد ڈیوڈ ہولڈن David Holden اور رچرڈ جانز Richard Johns نے کہا: "امریکہ اور کسی ترقی پذیر ملک کے درمیان ہونے والے معاہدوں میں سے یہ اپنی نوعیت کا جدا معاہدہ ہے جس کے نہایت دور رس نتائج ترتیب پائیں گے۔ اس میں وہ صلاحیت موجود ہے جس کی بنا پر امریکہ کی جڑیں سعودی عرب میں بہت گہری چلی جائیں گی۔ اس کی وجہ سے "باہمی انحصار" کے تخیل کو تقویت پہنچے گی۔

امریکی محکمہ خزانہ نے اس معاہدے کے بالکل ابتدائی دور میں ہی MAIN کو اپنے ساتھ شامل کر لیا اور اس کو اپنا مشیر مقرر کیا۔ مجھے بلا کر بتایا گیا کہ تمہاری ذمہ داری بہت نازک اور اہم ہے

اور یہ کہ میں جو کچھ بھی کروں اور جو بات بھی میرے علم میں آئے اس کو انتہائی خفیہ تصور کیا جائے۔ میں جس مقام سے چیزوں کو دیکھ رہا تھا اس کے مطابق یہ ایک چوری کی واردات تھی۔ اس وقت مجھے یہ یقین دہانی کروائی گئی تھی کہ اس عمل میں MAIN ایک اہم مشیر کار Consultant ہے۔ بعد میں مجھے احساس ہوا کہ جن لوگوں کی پرکاری سے استفادہ کیا جا رہا تھا MAIN ایسے بہت سوں میں سے ایک تھا۔

چونکہ تمام معاملات خفیہ طریقہ سے طے پا رہے تھے لہٰذا میں اس بات سے بالکل بے علم تھا کہ گورنمنٹ اور دیگر کنسلٹنٹ کے درمیان کیا کچھ ہو رہا ہے۔ اس مثالی کاروباری سمجھوتے کے وسیع تر تناظر میں میرا کردار کتنا اہم تھا میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ مجھے اتنا علم تو ضرور تھا کہ اس انتظام میں معاشی ضربکاروں کے لیے معیارِ کار بالکل جدا تھا۔ اور یہ بھی کہ عالمی سلطنت کے مفاد کو آگے بڑھانے کے لیے روایتی طریقوں کو چھوڑ کر چند انوکھے حربے آزمائے جائیں گے۔ میں جانتا تھا کہ میرے تجزیاتی مطالعے سے جو نتائج اخذ کیے گئے وہ سب کے سب نافذ ہوئے اور MAIN کو پہلا بڑا اور انتہائی منافع بخش ٹھیکہ سعودی عرب میں ملا۔ پھر یہ بھی ہوا کہ اسی سال مجھ بہت بڑے بونس سے نوازا گیا۔

میرا کام یہ تھا کہ میں پیش بینی کے طور پر بتا سکوں کہ سعودی عرب کے ہیکل اساسی میں بہت بڑی سرمایہ کاری کی جائے تو کیا نتائج اور برآمد ہوں گے اور اتنی بھاری سرمایہ کو خرچ کرنے کا کیا نقشہ بنے گا۔ مختصر یہ کہ مجھے کہا گیا کہ میں اپنی بہترین تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے سعودی معیشت میں اربوں ڈالر کو رواں کرنے کے لیے پورا پورا جواز مہیا کروں۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ اس کام میں امریکی تعمیراتی اور انجینئرنگ کمپنیوں کو شریک کار کرنا ہے۔ میرے لیے خصوصی ہدایت یہ تھی کہ یہ سب کام مجھے تن تنہا کرنا ہے اور کسی صورت بھی اپنے عملہ پر بھروسہ نہیں کرنا۔ مجھے میرے ڈیپارٹمنٹ سے بالکل علیحدہ کر کے اپنے آفس سے کئی منزل اوپر ایک کانفرنس روم میں گوشہ نشین کر دیا گیا۔ آخری وارننگ یہ دی گئی کہ میرے کام میں قومی سلامتی اور MAIN کے انتہائی قومی مفادات پوری طرح حاوی ہیں۔

مجھے یہ بات سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ یہاں بنیادی اغراض ومقاصد معمول سے ہٹ کر تھے۔ اس ملک کو قرض کے ایسے چکر میں پھنسانا مقصود نہیں تھا کہ یہ اس قرض کی ادائیگی کے قابل کبھی نہ ہو سکے۔ یہاں منتہائے مقصود یہ تھا کہ پیٹرو ڈالرز کا معتدبہ حصہ واپس امریکہ چلا جائے۔ اس عمل میں سعودی عرب ہمارے قریب آئے گا، اس کی معیشت روز افزوں ہماری معیشت سے گھل مل جائے گی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم پر اس کا انحصار بڑھتا چلا جائے گا۔ اس کے علاوہ وہ مغربی رنگ میں رنگا جائے گا۔ لہٰذا اس کا رویہ ہم سے ہمدردانہ ہوگا اور ہمارے نظام میں وہ جذب ہو جائے گا۔

جب میں نے اپنے کام کی ابتدا کی تو مجھے احساس ہوا کہ ریاض کی گلیوں میں آوارہ پھرنے والی بکریاں ہی اس معاملہ میں علامتی چابی ثابت ہوں گی۔ ساری دنیا میں پرواز کرنے والے سعودیوں کے لیے یہ بکریاں دکھتی رگ تھیں۔ اس صحرائی سلطنت کے لیے جو دورِ جدید میں داخلے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی تھی، ضروری تھا کہ ان بکریوں کی جگہ کوئی قرینے کی چیز فٹ کی جائے۔ میں جانتا تھا کہ OPEC اوپیک کے ماہرین اقتصادیات تیل کی دولت سے مالا مال ممالک پر زور دے رہے تھے کہ اپنے تیل سے وہ

مصنوعات تیار کریں جن کی وجہ سے اس کی قدر میں اضافہ ہو (value added)۔ان ماہرین کا اصرار تھا کہ محض خام تیل کی برآمد پر مطمئن ہو کہ نہ بیٹھ جائیں بلکہ اپنی صنعت قائم کرنے پر توجہ دیں۔اس تیل سے وہ مصنوعات حاصل کریں جو وہ دنیا کو بیچ کر خام تیل کے مقابلہ میں کہیں زیادہ قیمت حاصل کر سکتے تھے۔

اسی احساس نے ایسی حکمت عملی کی جانب میری راہنمائی کی جس کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ یہ سب کے لیے خوش آئند (win-win) ثابت ہوگی۔ظاہر ہے کہ بکریاں تو محض داخلے کا بہانہ تھیں۔یہاں سے کام کی ابتدا کی جا سکتی تھی۔ہم تیل سے حاصل ہونی والی دولت کے بدلے ان امریکی کمپنیوں کی خدمات حاصل کر سکتے تھے جو بکریوں کو منظر سے ہٹا کر گندگی اکٹھی کر کے اس کو ٹھکانے لگانے کا جدید پلانٹ نصب کر سکتی ہیں۔اور سعودی بجا طور پر اس فنی شاہکار کو حاصل کر کے اپنا سر فخر سے اونچا کر سکتے تھے۔

میں سوچ رہا تھا کہ بکریوں کا فارمولا تو جدید ٹیکنالوجی کا محض ایک چھوٹا سا حصہ تھا۔اسی فارمولے کو سعودی معیشت کے بیشتر حصوں تک پھیلایا جا سکتا تھا اور اس نسخہ کی وجہ سے سعودی شاہی خاندان، امریکی محکمہ خزانہ اور MAIN میں میرے افسران بالا کامیابی کے جھنڈے گاڑ سکتے تھے۔میری نظر میں اس فارمولے کے مطابق ایک ایسا صنعتی سیکٹر تشکیل دیا جا سکتا تھا جس کے لیے رقم مختص کر کے خام تیل سے پٹرولیم مصنوعات حاصل کی جائیں۔صحرا کے سینے کو چیر کر بڑے بڑے پیٹرو کیمیکل کمپلیکس تعمیر کیے جا سکتے تھے اور اس کے اردگرد بیشمار صنعتی پارک جنم لے سکتے تھے۔اب اس منصوبے کی تکمیل کے لیے ہزاروں میگاواٹ بجلی کی صلاحیت، ٹرانسمیشن اور ڈسٹری بیوشن لائنز، شاہراہیں، پائپ لائنز، مواصلات کا نیٹ ورک، ٹرانسپورٹ کا نظام، نئے ہوائی اڈے، جدید بندرگاہیں، مختلف انواع کی سروس انڈسٹری اور ان تمام چیزوں کو رواں دواں کرنے کے لیے ہیکل اساسی کی ضرورت تھی۔

ہم نے اس منصوبے سے بہت بلند و بالا توقعات وابستہ کر رکھی تھیں۔خیال تھا کہ آگے چل کر یہ ایسا ماڈل بن کر ابھرے گا جس کو ہم فخریہ طور پر پیش کر سکیں کہ باقی دنیا میں بھی اسی طرح سب کچھ ہونا چاہیے۔پھر کیا ہوگا؟ ساری دنیا میں گھومنے پھرنے والے سعودی ہمارے گیت گائیں گے، وہ دنیا کے بیشتر ممالک کے راہنماؤں کو دعوت دیں گے کہ ذرا سعودی عرب آؤ اور اپنی آنکھوں سے دیکھو کہ ہم نے کیا معجزہ کر دکھایا ہے۔اور پھر یہ سب راہنما ہم سے درخواست کریں گے کہ ہمارے ممالک کے لیے بھی ایسے ہی منصوبے بنا کر دیں گے۔تب اوپیک کے دائرہ کار سے باہر کے اکثر و بیشتر ممالک عالمی بنک کے ذریعہ یا قرضوں کے بوجھ تلے دبا دینے والے کسی اور طریق کار کے سہارے سے مالی وسائل حاصل کر سکیں گے۔عالمی سلطنت کی یہ سب سے بڑی خدمت ہوگی۔

جب ان خیالات کا ہجوم میرے دماغ پر تھا تو اچانک مجھے ان بکریوں کا خیال آیا اور سعودی سفارت کار کے یہ الفاظ کانوں میں گونجنے لگے: ''کوئی باعزت سعودی اس گند کو اکٹھا نہیں کرے گا۔'' مختلف سیاق و سباق میں یہ بات میں نے بار بار سنی تھی۔یہ بات روز روشن کی طرح عیاں تھی کہ سعودیوں کا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا کہ وہ اپنے لوگوں کو کسی گھٹیا کام پر لگائیں۔یہ کام چاہے کسی صنعتی ادارے میں بطور مزدور کے ہو یا ان منصوبوں میں سے کسی پر براہ راست تعمیر کرنے کا۔پہلی بات تو یہ تھی کہ ایسے لوگ جو یہ کام کر سکتے تھے وہ تھے ہی بہت کم۔اور دوسری وجہ یہ تھی کہ سعودی

شاہی خاندان نے اپنے شہریوں سے وعدہ کیا ہوا تھا کہ وہ ان کو ایک معیار تک تعلیم مہیا کریں گے اور ایسا طرز زندگی Life style دیں گے جس میں مزدوروں جیسے کام کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ وہ دوسروں کو تو اس کام پر تیار کر سکتے تھے لیکن خود فیکٹری یا تعمیراتی مزدور بننا ان کے لے گھٹیا بات تھی۔ لہٰذا ضروری تھا کہ مزدوروں کی کھیپ دوسرے ممالک سے درآمد کی جائے۔ یہ ممالک وہ ہو سکتے تھے۔ جہاں مزدور سستا تھا اور لوگوں کو کام کی ضرورت تھی۔ ضرورت پڑنے پر مزدور مشرق وسطٰی کے دوسرے ممالک یا اسلامی ممالک مثلاً مصر، فلسطین، پاکستان اور یمن سے درآمد کیا جا سکتا تھا۔

اس صورت حال نے ترقی کی حکمت عملی کے عظیم تر مواقع کا دروازہ کھول دیا۔ اس لیبر فورس کے لیے بڑے پیمانے پر رہائشی سہولت کی بھی ضرورت تھی۔ اس کے علاوہ تجارت مراکز، ہسپتال، آگ سے بچاؤ، محکمہ پولیس، پانی، نکاسی آب، بجلی، ٹیلی مواصلات اور ٹرانسپورٹ کے انتظامات درکار تھے۔ درحقیقت جس جگہ پر آج صحرا ہے وہاں جدید شہروں کی تعمیر ایک لازمی امر تھا۔ نئے پیدا ہونے والے مواقع کی کوئی حد نہ تھی خصوصاً جدید ٹیکنالوجی کے استعمال نے بے پناہ افق دریافت کر لیے تھے مثلاً سمندری پانی کو پینے کے قابل بنانے کا پلانٹ، مائیکرو ویو نظام، صحت کے مراکز اور کمپیوٹر کی ٹیکنالوجی ان ابھرتے ہوئے عظیم الشان مراکز کے لیے لازمی تھے۔

سعودی عرب ایک منصوبہ ساز کے خواب کی تعبیر بن سکتا تھا۔ اس کو کسی ایسے شخص کی خیالی جنت بھی کہہ سکتے تھے جس کا انجینئرنگ اور تعمیراتی کاروبار سے گہرا تعلق ہو۔ اس نے معیشت کے ایسے وسیع مواقع پیش کر دیئے تھے جن کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ کتنا دلکش تصور تھا: ایک غیر ترقی یافتہ ملک جس کے مالی وسائل لامحدود تھے اور جو جدید دور میں داخل ہونے کے لیے ایک بڑا اقدام اٹھانے کے لیے بے چین تھا۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ میں اپنی جانب سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا۔ قباحت یہ تھی کہ واضح اور ٹھوس اعداد و شمار جن کی بنا پر تجزیہ کر کے کوئی ماڈل تیار کیا جا سکتا نہ تو سعودی عرب میں موجود تھے نہ بوسٹن پبلک لائبریری میں اور نہ کہیں اور۔ حقیقت حال یہ تھی کہ اس کام کی جتنی گہرائی اور وسعت تھی اس کے پیش نظر اگر ایسے اعداد و شمار موجود بھی ہوتے تو وہ بے محل اور غیر متعلق ہوتے۔ یہ ایک پوری قوم کی مکمل، فوری اور بے نظیر پیمانے پر کایا پلٹ تھی۔

(جاری ہے)

﴾ضرورت رشتہ﴿

لاہور کی رہائشی ایک لڑکی جس کی عمر 37 سال،

تعلیم M.A. B.Ed اور مطلقہ ہے

لیکن اولاد کوئی نہیں اس کے لیے،

ایک مناسب رشتہ درکار ہے۔

خواہشمند حضرات مندرجہ ذیل فون نمبرز پر رابطہ کریں۔

ٹیلی فون: 042-37462795

موبائل: 0300-4242511

قارئین کے لیے اطلاعاً عرض ہے کہ اب وہ ضرورت رشتہ کے لیے اشتہار دے سکتے ہیں۔

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

''باطنیہ کی تفسیر کا ابطال''

قولہ تعالیٰ: یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ مِنْ م بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ (المائدہ:41)

ترجمہ: کلام کو بعد اس کے کہ وہ اپنے موقعہ پر ہوتا ہے۔ بدلتے رہتے ہیں۔ معنی قوانیں شریعت کو تمویہات طبیعت سے متغیر کرتے ہیں۔ کوئی قرآن و حدیث کو اپنی ہوائے نفسانی کے موافق ماول کرلے اور صوفیہ محققین کی تاویل اس قبیل سے نہیں کیونکہ ظاہر معنی کے مراد ہونے سے انکار نہیں کرتے کہ وہ کفر صحیح ہے بلکہ ظاہر کے مراد ہوتے ہوئے اس میں اور اشارات بھی مانتے ہیں اور ملخصا

....

اس میں اس طرف یہ دلیل ملتی ہے کہ یہ یہود کے علماء کا وطیرہ تھا کہ وہ اپنی خواہشات کے مطابق اپنی کتاب کے الفاظ میں تبدیلی کر دیا کرتے تھے۔ یہاں یہ فرماتے ہیں کہ صوفیاء محققین کلام الٰہی کے ظاہری معنی سے کبھی انکار نہیں کرتے اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں ہاں ان سے کیفیات باطنی کا استدلال انہی ظاہری معنی سے کرتے ہیں لفظ بدل کر نہیں کرتے کوئی معنی بدل کر نہیں کرتے اگر مفہوم آیت کا بدل جائے اور اس کا معنی بدل جائے اور اس سے کوئی تصوف کا مسئلہ اختیار کر رہا ہو تو وہ صوفی نہیں ہے۔ صوفیاء کے جتنے مسائل ذکر اذکار اور کیفیات باطنی کے متعلق ہوتے ہیں آیت کے ظاہری مفہوم کے مطابق اور اس سے اس کے اشارات ملتے ہیں۔ تو یہ جو جہلا صوفیاء میں ہے کہ شریعت اور ہے طریقت اور ہے جہلاء نئے نئے مسائل گھڑتے رہتے ہیں فرمایا یہ جاہلوں کا کام ہے ایسے لوگ صوفی نہیں ہوتے۔

....

''استفتار میں خلوص نہ ہونا''

قولہ تعالیٰ: اِنْ اُوْتِيْتُمْ ھٰذَا فَخُذُوْہُ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْتَوْہُ فَاحْذَرُوْا (المائدہ:41)

ترجمہ: کہتے ہیں اگر تم کو یہ حکم ملے تو قبول کر لینا اور اگر تم کو یہ حکم نہ ملے تو احتیاط کرنا۔

اس میں اس شخص کی مذمت ہے جو علماء کی طرف عمل کرنے کے لئے رجوع نہ کرے بلکہ اس امید سے رجوع کرے کہ شائد اس کی غرض کے موافق کوئی بات نکل آوے تو ان کے قول کو بدنامی کی سپر بنالے۔

....

اس میں اس شخص کی مذمت کی گئی ہے جو علماء سے اس لیے رجوع نہ کرے کہ اسے حق نصیب ہو بلکہ اپنی بات منوانے کی غرض سے علماء سے رجوع کرے۔ آج یہی ہو رہا ہے کہ میرے پاس یہیں ہمارے گاؤں کے لوگ آ گئے کہ فلاں نے بہنوئی کے گلے پہ چھری رکھ دی اور اسے گرا دیا اور اسے کہا طلاقیں دے

دو۔اس نے طلاقیں دے دیں۔ہوئیں ہیں یا نہیں۔لیکن جب اس نے طلاق دے دی طلاق تو ہوگئی۔اب اس نے زبردستی لی تو اس کا گناہ اس کے ذمے ہے اللہ کریم اس سے پوچھے گا لیکن جب اس نے طلاق دے دی تو طلاق تو ہوگئی۔طلاق یا نکاح مذاق میں کرو زبردستی کرو وہ تو منعقد ہو جاتا ہے۔تو پہلے تو انہوں نے کہا جی ان میں علیحدگی کر دو طلاق ہوگئی تو بات ختم ہوگئی پھر دو چار دن بعد انہیں ہوش آنا شروع ہوتا ہے کہ یار یہ تو غلط ہوگیا تو پھر یہاں سے کہیں کسی اور عالم کے پاس جہلم گئے اور اسے سارا واقعہ سنایا تو جس طرح مجھے معلوم ہوا تو اس نے بھی کہا بھئی یہ تو طلاق ہوگئی۔انہوں نے کہا طلاق ہوگئی تھی یہ تو ہمیں گھر پتہ چل گیا تھا آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں کہ طلاق نہ ہونے کا کوئی حیلہ بتائیں۔اللہ ہدایت دے علماء میں بھی بعض ایسے لوگ ہیں جو محض دنیا کے لیے دین بیچتے رہتے ہیں تو اس نے کہا پھر اس طرح نہ کہو کہ اس نے اسے ڈرایا دھمکایا تو اس نے طلاق دے دی بلکہ تم یہ بیان لکھ کر دو کہ اس نے کہا تھا میں طلاق دے دوں گا۔اب یہ مولوی صاحب نے حیلہ بتایا کہ اس نے یہ نہیں کہا کہ طلاق دے دو اس نے کہا دے دوں گا تو میں فتویٰ لکھ دیتا ہوں کہ طلاق نہیں ہوئی۔اب اس فتوے پہ وہ گھر میں آباد ہے اور آخرت برباد ہے۔تو فرمایا اس کی مذمت ہے۔علماء کے پاس جاؤ تو حق طلب کر کے حق کا اتباع کرنے کے لیے جاؤ نہ یہ کہ اپنی رائے منوانے کے لیے انہیں پیسے دے کر یا کوئی لالچ دے کر فتویٰ لو تو اس سے آخرت نہیں بنے گی اس سے ان کو بھی تباہ کرو گے۔

....

"شیخ کی توجہ بدون ارادہ حق مفید نہیں"

قولہ تعالیٰ: وَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ. (المائدہ:41)

ترجمہ: اور جس کا خراب ہونا اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو اس کے لئے اللہ سے تیرا کچھ زور نہیں چل سکتا یہ لوگ ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ان کے دلوں کو پاک کرنا منظور نہیں۔

اس میں دلالت ہے کہ شیخ کی شفقت اور توجہ بدون فضل و توفیق الٰہی کے کچھ نفع نہیں دیتی۔

....

فرماتے ہیں جب تک معاملہ اللہ کریم سے درست نہ ہو تو شیخ کی توجہ اور برکات بھی فائدہ نہیں دیتیں یعنی نیت میں خلوص نہ ہو، اللہ سے معاملہ درست نہ ہو، طلب صحیح نہ ہو تو شیخ کی توجہ یا برکات بھی فائدہ نہیں دیتیں۔جس طرح یہاں رسول اللہ ﷺ سے فرمایا گیا کہ ان کا معاملہ جب میرے ساتھ درست نہیں ہے تو آپ کی برکات سے انہیں کیا فائدہ ہوگا۔منافقین کے بارے میں ہے نہ کہ باطن سے تو مسلمان نہیں تھے بظاہر تو انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ نمازیں بھی ادا کیں، مسجد نبوی میں بھی بیٹھے، مجلس عالی میں بھی بیٹھے لیکن رہے منافق کے منافق تو فرماتے ہیں اللہ ان کے دلوں کو پاک نہیں کرنا چاہتا کیوں؟ اس لئے کہ ان کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔تو فرماتے ہیں سلوک کا مسئلہ اس میں یہ ہے کہ شیخ سے استفادہ کرنے کے لئے بھی خلوص نیت شرط ہے۔اگر اللہ کے ساتھ معاملہ درست نہ ہو، یعنی طلب الٰہی سچی نہ ہو، خلوص دل سے رضائے باری کا طالب نہ ہو تو پھر بزرگوں کی صحبت یا شیخ کی صحبت بھی اسے کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

....

"سرسری غلطیوں سے درگذر"

قولہ تعالیٰ: سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ (المائدہ:42)

ترجمہ: لوگ غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں۔ بڑے حرام کے کھانے والے ہیں۔

اس میں اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت پر دلیل ہے کہ مذمت کو اکثار اور اصرار پر مرتب فرمایا۔ سرسری خطا پر مذمت نہیں فرمائی جس سے عادۃً کوئی خالی نہیں ہوتا اور یہی شان ہوتی ہے مشائخ اہل تربیت کی کہ خفیف امور سے تسامح کرتے ہیں جب تک کہ جرأت اور استخفاف نہ ہو۔

....

فرمایا اللہ کریم نے یہ اس کا بڑا اکرم ہے کہ گناہ کے بار بار کرنے کی مذمت فرمائی ہے اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ حرام کھاتے چلے جاتے ہیں سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ جھوٹ سنتے چلے جاتے ہیں یعنی اگر کسی نے غلطی سے کسی ایک مجلس میں بیٹھا سن لیا توبہ کرلی یا غلطی سے ناجائز مال کسی کا آ گیا اس کی تلافی کی اسے واپس کیا توبہ کی تو اس کی مذمت نہیں فرمائی لیکن اگر کوئی جھوٹ ہی سننا شروع کردے اور حرام کھانا شروع کردے تو اس کی مذمت اللہ کریم نے فرمائی ہے کہ ان کے دل اتنے تباہ ہوگئے عقیدے اس لئے تباہ ہو گئے۔ ان سے ایمان اس لئے رخصت ہوگیا کہ مسلسل حرام کھاتے ہیں اور جھوٹ سنتے ہیں یعنی جھوٹ بولتے نہیں سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ جھوٹ سنتے ہیں تو گویا جھوٹ کا سننا بھی دلوں کو سیاہ کردیتا ہے۔ ہمارا جو آج کا ماحول ہے اس میں شائد سچ سننے کو بہت کم ملتا ہے۔ اخبار پڑھیں تو اس میں اکثر دو جملے سچ ہوں گے تو دس اس میں جھوٹے ملائے ہوں گے۔ ٹی وی کی خبریں سنیں تو اس میں ایک جملہ کہیں سچ ہوگا اور اس میں اضافہ کرنے کے لئے پچاس اپنی طرف سے ملا دیئے ہوں گے۔ کسی سے بات کریں وہ آپ کا مزاج دیکھ کر حقیقت کو بدل کر اس طرح بیان شروع کردے گا۔ یہ اتنا عام ہوگیا ہے کہ اسے تو جھوٹ سمجھا نہیں جاتا۔ جھوٹ بولنا تو بہت بڑی بات ہے جھوٹ سننا جو ہے وہ دلوں کو سیاہ کردیتا ہے۔ لیکن یہاں حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ نے مسلسل جھوٹ سننے والوں اور حرام کھانے والوں کی مذمت فرمائی ہے کہ ان کے دل سیاہ کردیتا ہوں۔ انسانی مزاج ہے اور انسان سے خطا ہوسکتی ہے تو جو سہواً خطا ہوجاتی ہے پھر توبہ کرتے ہیں اس کی مذمت نہیں فرمائی۔ تو فرمایا یہی عادت مشائخ کی بھی ہوتی ہے کہ چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے صرف نظر کرتے ہیں۔ ہر بندے کی ہر چھوٹی بڑی غلطی کی نشاندہی نہیں کرتے یہ طالبوں کا کام ہے کہ وہ اپنے کردار کی اصلاح کرتے رہیں اپنا خیال خود رکھیں ہر چھوٹی بڑی غلطی پر شیخ گرفت نہیں کرتا یہ سنت الٰہی ہے اور انسانی مزاج یہ ہے کہ اس سے چھوٹی بڑی خطا ہوجاتی ہے۔

....

''بڑی خطاؤں کو معاف کردینا''

قولہ تعالیٰ: فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ (المائدہ:45)

ترجمہ: اور جو شخص اس کو معاف کردے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہوجاوے گا۔

''حدیث مرفوع میں یہ تفسیر ہے کہ کسی کا دانت توڑ دیا جاوے یا بدن میں زخم کردیا جاوے اور وہ معاف کردے تو بقدر اس کے عضو کے اس کی خطائیں عفو کردی جاتی ہیں سو اس میں ترغیب ہے عفو کی کہ ذاتی الروح اور اس قسم کا عفو اہل اللہ کے اخلاق میں سے ہے۔''

....

فرمایا اللہ کریم نے ہر عضو کے بدلے بدلہ لینے کا حکم دیا ہے۔ دانت کے بدلے دانت توڑ دو۔ کان کے بدلے کان لیکن اگر کوئی معاف کر دے تو اللہ کریم نے فرمایا ہے کَفَّارَۃٌ لَّہٗ وہ اس کے گناہوں کی معافی کا سبب ہے جو معاف کرتا ہے وہ اس کی اپنی خطاؤں کی معافی کا سبب بن جاتا ہے تو فرمایا اہل اللہ میں یہ اخلاق ہوتے ہیں کہ کوئی ان سے زیادتی بھی کر جائے تو بقدر استطاعت وہ درگذر فرماتے ہیں لیکن ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ درگذر سے یہ مطلب نہیں کہ جو جی چاہے کرتا رہے اور بندہ خاموش ہو جائے۔ ایک حد ہوتی ہے برداشت کی کہ ایک کسی نے کچھ نقصان کر دیا وہ قابل برداشت ہے تو اس پر شور نہیں کرتے چلو درگذر کر جاتے ہیں لیکن یہ نہیں کہ کوئی گلا کاٹنے لگ جائے اور آپ بیٹھے ہیں کہ میں ولی اللہ ہوں۔

....

"اصل مقولہ طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق"

قولہ تعالیٰ: لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا (المائدہ:48)

ترجمہ: تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی۔ موافق تقریر اصل کے اس میں اس قول کی طرف اشارہ نکل سکتا ہے طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق۔"

....

فرماتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ جتنے ذی روح انسان ہیں ہر ایک کی اللہ کے ساتھ اپنی ایک نسبت ہے۔ ایک ہی حلقۂ ذکر میں سب ذکر کرتے ہیں۔ ایک ہی شیخ سے سب برکات لیتے ہیں۔ ایک ہی مسجد میں سارے ہیں لیکن پھر بھی سب کا جو ذاتی تعلق ہے اس کی کیفیت ہر ایک کی الگ الگ ہے۔ ایک ذاتی تعلق جو اللہ سے استوار ہوتا ہے۔ ایک ذاتی طلب جو رضائے الٰہی کی ہوتی ہے اللہ کریم کی خوشنودی کی ہوتی ہے فرمایا اتنے افراد ہوں بعدد انفاس الخلائق یعنی جتنے متنفس ہیں ان کی تعداد کے مطابق ہر ایک کا تعلق الگ ہے اور یہی صوفیاء حضرات حلقہ ذکر کے بارے فرماتے ہیں کہ حلقۂ ذکر میں جتنے زیادہ لوگ ہوتے ہیں ہر ایک کی نسبت کا ایک الگ رنگ ہوتا ہے ہر فرد پر دوسری طرح کی رحمت اور انوارات آ رہے ہوتے ہیں تو جب وہ مل کے ذکر کرتے ہیں تو وہ رنگا رنگ کی بارش دوسروں پر بھی پڑتی ہے۔ ایک دوسرے کے انوارات سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ طرح طرح کی کیفیات وارد ہوتی ہیں اور یہی برکت نماز باجماعت میں بھی ہے کہ پانچ آدمی کھڑے ہیں تو پانچ طرح کے انوارات ہیں پانچ سو ہیں تو پانچ سو طرح کے ہیں۔ اس کی فضیلت بڑھ جاتی ہے کہ جتنی کثرت ہوتی ہے اتنی قسم کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور پھر وہ بارش کی طرح برستی ہیں تو دوسرے بھی خالی نہیں رہتے ہر ایک پر جو نظر آتے ہیں وہ ساتھ دوسروں پر بھی پڑتے ہیں تو ایک حکمت باجماعت صلوٰۃ میں یہ بھی ہے اور حلقہ ذکر میں بھی ہے۔"

....

"اہل اللہ کا مسلک"

قولہ تعالیٰ: فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ. (المائدہ:54)

ترجمہ: تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کر دے گا جن سے

اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر، تیز ہوں گے کافروں پر، جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔

''اس میں اہل اللہ کے طریق کی تصریح ہے۔''

....

فرمایا اس میں اہل اللہ کے طریق کی تصریح ہے۔ یعنی اہل اللہ حق پہ جم جاتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی یا طعن و تشنیع کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ نہیں سوچتے کہ لوگ کیا کہیں گے یہ سوچتے ہیں کہ حق کیا ہے۔ قرآن حکیم نے یہ بات چودہ سو سال پہلے ارشاد فرمائی۔ وہ زمانہ آج کی طرح کا نہیں تھا جب کہ اس زمانے میں بھی یہ سب کام ہوتے تھے یہ باتیں ہوتی تھیں۔ لوگ اہل حق پہ طعن و تشنیع کرتے تھے لیکن وہ زمانہ نہ ٹیلی فون نہ ڈاک نہ تار کا تھا کہ ساری دنیا ایک دوسرے سے منسلک ہو جائے۔ اب دور ایسا آ گیا ہے کہ آج سب سے مہلک ہتھیار ہے ہی پروپیگنڈا جسے قرآن نے لَوْمَةَ لَآئِم کہا ہے کہ ملامت کرنے والے اس کے خلاف ملامت کرتے ہیں خواہ بندہ حق پر بھی ہو تو اس کے خلاف پروپیگنڈہ شروع ہو جائے جس طرح آج پوری کافر دنیا میں جہاد اور مجاہدین کے خلاف پروپیگنڈہ ہو رہا ہے اسے دہشت گردی کہا جا رہا ہے۔ یعنی عجیب بات ہے کہ کافر مسلمانوں کے ملک پر باہر سے آ کر قبضہ کر لیں تو وہ امن پسند ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم قیام امن کے لئے کر رہے ہیں اور اس ملک کے مسلمان شہری اگر اپنا دفاع کریں تو وہ دہشت گرد ہوئے۔ اپنے تحفظ کے لئے لڑنا دہشت گردی ہے تو نہتوں پر گولہ باری کیا ہے؟ یہی لَوْمَةَ لَآئِم ہے یہی پروپیگنڈہ ہے اور آج لوگ اس سے بڑا دامن بچاتے ہیں کہ کہیں میرے خلاف کچھ ٹی وی پر نہ آ جائے کہیں میرے خلاف اخبار میں نہ لکھ دیا جائے تو فرمایا اہل اللہ، اللہ کے بندے اور چیزوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ ان کی محبت بھی اللہ کے لئے ہوتی ہے دشمنی بھی اللہ کے لئے ہوتی ہے اور یہ دنیا کا جو مؤثر ترین ہتھیار بن گیا ہے جسے انگریزی میں پروپیگنڈہ کہتے ہیں اور عربی میں قرآن حکیم نے اسے لَوْمَةَ لَآئِم کہا ہے۔ ملامت کرنے والوں کی ملامت کہ وہ اس کے خلاف شور اٹھا دیتے ہیں فرمایا اہل اللہ اس کی پرواہ نہیں کرتے وہ صرف اللہ کی رضا کو اور حق کو دیکھتے ہیں اور جو حق ہو اس پر قائم رہتے ہیں۔

....

''مشوش قلب سے جلدی فارغ ہو جانا''

قولہ تعالیٰ: وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ (المائدہ:55)

ترجمہ: اور زکوٰۃ دیتے ہیں کہ ان میں خشوع ہوتا ہے۔

اس سے یہ امر بھی ماخوذ ہو سکتا ہے کہ اگر عین ذکر میں کسی ایسے شغل کا ہجوم و تقاضا ہو کہ اگر اس سے فارغ نہ ہو تو اس کا قلب مشغول رہے تو اس سے جلدی فارغ ہو جانا مستحسن ہے اور اہل طریق کے نزدیک یہ معروف ہے۔''

....

فرماتے ہیں اس آیہ کریمہ سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ کوئی ایسی مجبوری ہے کہ کسی کو کوئی بات سننی ہے کسی کو کوئی چیز دینی ہے وہ بندہ مسجد کے باہر کھڑا ہے اب آپ نے اسے چابی دینی ہے اب آپ ذکر میں بیٹھ کے ذکر کر رہے ہیں لیکن دل میں خلش یہ ہے کہ وہ باہر کھڑا ہوگا تو ایسے کاموں سے فارغ ہو جانا چاہیے تاکہ یہ نہ ہو کہ آپ دل کو کسی اور طرف مشغول رکھیں ذہن کسی اور طرف

مصروف ہوتو اس سے فارغ ہوجانا چاہیے تو اس سے علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کسی کو بہت سخت بھوک لگ رہی ہے اور کھانا اس کے سامنے آ گیا اور صلوٰۃ کا بھی وقت ہے تو وہ پہلے اپنا کھانا کھالے صلوٰۃ بعد میں پڑھ لے ایسا کیوں ہے؟ صلوٰۃ کیوں نہ پہلے پڑھے؟ فرمایا صلوٰۃ میں کھانے کے بارے میں ہی سوچتا رہے گا اس سے بہتر ہے کہ وہ کھانا کھالے تاکہ یہ فکر اس کے دل سے نکل جائے اور متوجہ الی اللہ ہوکر اپنی عبادت کرے تو یہی چیز فرمایا ذکر میں بھی ضرور ہونی چاہیے اگر ایسی کوئی بات ہے تو فارغ ہو اور بعد میں عبادت میں مشغول ہو۔

....

''اسباب ضعف کے ہوتے ہوئے بھی اہل اللہ کی قوت قلب''

قولہ تعالیٰ: فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (المائدہ:56)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا گروہ بلاشک غالب ہے۔

اگر اس غلبہ کی تفسیر قوت قلب سے کی جاوے تو فہم میں سہل ہو جاوے۔ اور اہل اللہ پر خواہ اسباب مغلوبیہ کا ظاہراً کتنا ہی ہجوم ہو مگر بوجہ توکل اور تعلق مع اللہ کے ان کو ضعف و استکانت نہیں ہوتا۔''

....

فرماتے ہیں اگر کسی غلبے کی تسخیر غلبہ قلبی سے کی جائے تو پھر صوفیاء اس میں ہمیشہ کامیاب ہیں کہ تعلق مع اللہ سے انہیں کوئی چیز روک نہیں سکتی جان بھی چلی جائے مال بھی چلا جائے کچھ ہوجائے، اس چیز سے وہ رُکتے غالب وہی رہتے ہیں۔ یعنی وہ اس بات سے باز نہیں آتے۔ اگر کوئی روکنا چاہتا ہے کہ میں تمہیں قتل کردوں گا۔ تمہارے بیٹے کو قتل کردوں گا، گھر جلا دوں گا، تو پھر وہ گھر جلا بھی دے تو وہ غالب تو تب ہے کہ یہ تعلق مع اللہ کو چھوڑ دے۔ یعنی فرمایا اگر قوت قلبی کا غلبہ لیا جائے تو پھر صوفیاء ہمیشہ غالب رہتے ہیں کہ اس کو نہیں چھوڑتے خواہ کچھ بھی ہوجائے۔

....

''طریق کے استخفاف کرنے والے سے مباعدت''

قولہ تعالیٰ: لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا۔ (المائدہ:57)

ترجمہ: اے ایمان والو جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب مل چکی ہے جو ایسے ہیں کہ انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے ان کو اور دوسرے کفار کو دوست مت بناؤ۔

اس میں ایسے شخص سے علیحدگی رکھنے پر دلالت ہے جو اہل اللہ کے اور ان کے طریق کے ساتھ تمسخر کرے۔''

....

کوئی ایسا شخص جو اہل اللہ کا یا اہل اللہ کے طریق کا مذاق اڑاتا ہے فرمایا اس کے ساتھ کوئی رشتہ نہ رکھا جائے۔

....

''مذمت مخالف کا اعلان''

قولہ تعالیٰ: مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ (المائدہ:60)

ترجمہ: جن کو اللہ تعالیٰ نے دور کردیا ہو اور ان پر غضب فرمایا ہو اور ان کو بندر اور سؤر بنا دیئے ہوں اور انہوں نے شیطان کی پرستش کی ہو ایسے اشخاص مکان کے اعتبار سے بھی بہت برے ہیں اور راہ راست سے بھی بہت دور ہیں۔

اس میں دلالت ہے کہ جب مصلحت دینیہ ہو تو مخالف کی

ذم کو خوب ظاہر کردے اور یہ صبر اور حلم کے منافی نہیں۔"

....

یعنی جہاں کوئی دین میں خرابی کر رہا ہو تو یہ صبر نہیں ہے کہ اسے برداشت کیا جائے۔ اسے برداشت نہ کرنا یہ صبر کے منافی نہیں ہے یہ بھی صبر کا حصہ ہے کہ کوئی دینی نقصان کر رہا ہے کوئی ایسی بدعت جاری کر رہا ہے جس سے دین کا نقصان ہوتا ہے کوئی ایسا رواج جاری کر رہا ہے جس سے مسلمانوں کے ایمان کو ضعف پہنچتا ہے کوئی ایسا کام کر رہا جیسے سود کا نام منافع رکھ کے لوگوں نے ہر ایک کو کھلانا شروع کر دیا تو فرمایا اس کی جتنی بھی کوئی مذمت کرے یہ بھی صبر اور برداشت ہے۔ صبر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ برائی کو برداشت کرتا رہے۔

....

"ملکات کا مصادر افعال ہونا"

قولہ تعالیٰ: وَ تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْهُمْ یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اَکْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (المائدہ:62)

ترجمہ: اور آپ ان میں بہت آدمی ایسے دیکھتے ہیں کہ وہ دوڑ دوڑ کر گناہ اور ظلم اور حرام کھانے پر گرتے ہیں واقعی ان کے یہ کام برے ہیں۔

اثم ایک رذیلہ ہے جو قوت نطقیہ سے پیدا ہوتا ہے اور عدوان ایک رذیلہ ہے جو قوت غضبیہ سے ناشی ہے اور اکل سحت ایک رذیلہ ہے جو قوت شہویہ پر مرتب ہوتا ہے۔

(تو اس میں دلالت ہے کہ افعال کے مصادر ملکات ہیں)

....

فرمایا یہ دو جرم جو ہیں کہ ظلم کرتے ہیں اور دوسروں کا مال کھانے پہ دوڑتے ہیں تو یہ دو جرائم جو ہیں ان کی اصل یہ ہے کہ جو مزاج میں جو قوت غضبیہ ہے اس کے باعث ظلم کرتے ہیں اور مزاج میں جو قوت شہوانیہ ہے اس کے باعث دوسروں کا مال کھاتے ہیں تو جب یہ قوتیں غالب آتی ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ افعال کے مصادر یا ان کے صدور کا سبب انسان کے اندر کی قوتیں ہیں۔ یہی بات ہے جو میں نے پہلے بھی کہی تھی کہ شیطان بندے کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا بندہ اپنا دشمن آپ ہوتا ہے اس کے اپنے اندر ایک کمزوری ہوتی ہے شیطان اس کمزوری کو پکڑ کر اسے خراب کرتا ہے تو گر اپنے اندر سے وہ کمزوریاں دور کی جائیں تو وہ کچھ نہیں بگاڑ سکتا وہی بات یہاں حضرت فرما رہے ہیں کہ افعال کے مصادر ملکات ہیں یعنی جو فعل صادر ہوتا ہے کہ وہ ملکات انسانی قوت غضبیہ قوت شہوانیہ کے ذریعے ہوتا ہے وہ اس کے صدور کا سبب بنتے ہیں اسی لئے اللہ کریم نے رسول اللہ ﷺ کی تعریف فرماتے ہوئے فرمایا وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (الفتح:29) اب یہ قوت غضبیہ کا بے محل استعمال نہیں کرتے جنہیں آپ ﷺ کی معیت نصیب ہوتی ہے وہ کفر کے مقابلے میں ڈٹ جاتے ہیں لیکن وہی اسی میدان میں جہاں کفر کے مقابلے میں تیغ براں ہیں وہاں مومن کے لئے نسیم سحر بن جاتے ہیں۔ تو قوت غضبیہ اور قوت شہوانیہ پہ وہ قادر ہو جاتے ہیں ورنہ اگر وہاں مغلوب ہو جائیں تو انسان حیوان ہو جاتا ہے۔ حیوان اور انسان میں کیا فرق ہے؟ جانور جو ہے اس کے اندر سے جو خواہش پھوٹتی ہے وہ اس پر عمل کر لیتا ہے اور بھوک لگتی ہے تو وہ یہ نہیں دیکھتا کہ کھیت مالک کا ہے یا کسی دوسرے کا ہے چارہ میرا ہے یا دوسرے جانور کا ہے کا غذ

پڑا ہے یا چھلکا پڑا ہے یا کھانے کی چیز ہے سڑک پر پڑی ہے گندی ہے یا صاف ہے بھوک لگی ہے کھانا شروع کر دیتا ہے اسے غصہ آجائے تو وہ یہ نہیں دیکھتا کہ یہ مالک ہے میری خدمت کرتا ہے اسی کو مار دیتا ہے یعنی قوت شہوانیہ یا قوت غضبیہ اس کے قابو میں نہیں ہوتیں وہ ان کے قابو میں ہوتا ہے۔ انسانیت یہ ہے کہ یہ قوتیں انسان کے قابو میں ہوتی ہیں اور جہاں ان کا محل ہے وہاں استعمال کرتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے یہ قوت صرف ان کے نصیب ہوتی ہے جنہیں معیت محمد رسول اللہ ﷺ نصیب ہوتی ہے ورنہ آپ پوری دنیا میں دیکھ لیں درندوں کی طرح کفار دندناتے پھرتے ہیں کسی نے جرم کیا ہے یا نہیں قتل کرنا ان کا شغل ہے مارے جا رہے ہیں۔ بیان بھی جاری کرتے ہیں جی بے گناہ مارے گئے۔ یہ ڈرون حملے جو ہو رہے ہیں ان میں کتنے گناہ گار مارے گئے۔ ایک گھر پہ اگر وہ بم گرتا ہے سارا گھر تباہ ہو جاتا ہے تو عورتیں اور معصوم بچے کیا یہ سارے دہشت گرد تھے؟ سارے مر جاتے ہیں کوئی پرواہ نہیں کرتا چونکہ قوت غضبیہ ان کے کنٹرول میں نہیں وہ قوت غضبیہ کے کنٹرول میں ہیں۔ اسی طرح دنیا میں لوٹ مار کرتے ہیں کہ دنیا کے اس ملک میں تیل ہے اس پہ قبضہ کرلو اس میں گیس ملتی ہے اس پہ قبضہ کرلو کیوں؟ قوت شہوانیہ ان کے قبضے میں نہیں وہ اس کے قبضے میں ہیں۔ تو فرمایا صوفی وہ ہے جسے ان قوتوں پر قبضہ اور قدرت حاصل ہو جائے اور یہ ہوتی ہے برکات نبوی ﷺ سے اور برکات ملتی ہیں صحبت شیخ اور قلب شیخ سے اور جب برکات نبوی ﷺ ملیں تو بندے کو اپنا تجزیہ بھی کرتے رہنا چاہیے کہ یہ جو ملکات تخلیقی طور پر ودیعت کئے گئے ہیں مجھے ان پر غلبہ حاصل ہے تو پھر الحمدللہ اگر ان کو مجھ پر غلبہ ہے تو پھر محنت کرنی چاہیے۔

....

"مرید کو منع نہ کرنے والے شیخ کی زیادہ مذمت"

قولہ تعالیٰ: لَوْ لَا یَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ (المائدہ:63)

ترجمہ: ان کے مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام مال کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے واقعی ان کی یہ عادت بری ہے۔

روح میں ہے کہ جو فعل محض قصد سے صادر ہو وہ عمل ہے اور جو مزاولت واعتیاد سے صادر ہو وہ صنع ہے۔ تو صنع میں زیادتی ہے عمل سے اس میں تنبیہ ہے کہ جو شیخ اور مقتدا باوجود امید اثر کے صنع نہ کرے وہ زیادہ بدحال ہے اصل مرتکب سے کیونکہ مرتکب کے لئے داعی شہوت عارضی ہے اور اس شیخ کے لئے حب دنیا ہے جو ملکہ ہوگئی ہے اور حب دنیا شہوت سے اقبح ہے۔"

....

فرماتے ہیں اگر کوئی شیخ بیعت بھی کر لیتا ہے اور مرید بھی بنا لیتا ہے اور اسے پتہ ہے کہ مرید حرام مال کھا رہا ہے یا مرید جھوٹ بول رہا ہے یا مرید رشوت لے رہا ہے اور اسے منع نہیں کرتا کہ خیر ہے رشوت یہ لے رہا ہے مجھے جو دیتا ہے وہ تو یہ دیتا ہے نا میرے لئے تو حرام نہیں۔ فرماتے ہیں اس کے لئے بھی حرام ہے۔ چونکہ مرید میں تو فطری طور پر لالچ ہے اور شیخ جو ہے یہ حب دنیا میں گرفتار ہے۔ فرماتے ہیں حب دنیا اس ذاتی لالچ سے زیادہ بری چیز ہے تو یہ صوفی نہیں ہے یہ شیخ نہیں ہے جو حرام سے منع نہیں کرتا یا گناہ سے

منع نہیں کرتا مطلب یہ ہے کہ شیخ یا پیر بنانے کا یا بیعت ہونے کا مقصد اس کی اپنی اصلاح ہے۔ اگر وہی نہیں ہو رہی تو پیر بنانے کا کیا فائدہ اور شیخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو برائی سے روکے اور اس کی نسبت اس کی توجہ اور اس کے ذکر اذکار میں وہ قوت ہو کہ بندہ برائی سے رک جائے برائی کم ہوتی جائے نیکی بڑھتی جائے اگر یہ نہیں ہے تو نہ مرید مرید ہے نہ پیر پیر ہے دونوں کا کوئی حال نہیں دونوں کا فائدہ نہیں بلکہ فرماتے ہیں ایسا پیر جو ہے وہ مرید سے زیادہ بدتر ہے کہ مرید گناہ کرتا ہے طبعی داعیئے سے جن کا ذکر ہو چکا ہے لیکن یہ اسے حب دنیا کے باعث منع نہیں کرتا کہ یہ جو کچھ بھی کرتا ہے مجھے تو پیسے دے رہا ہے تو فرماتے ہیں حب دنیا اس فطری داعیئے سے زیادہ بری چیز ہے۔

....

"استقامت کا سبب علوم و برکات ہونا"

قولہ تعالیٰ: وَ لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (المائدہ:66)

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ توراۃ اور انجیل کی اور جو کتاب ان کے پاس پہنچ گئی ہے اس کی پوری پابندی کرتے تو یہ لوگ اوپر سے اور نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے۔

یہی حال ہے سالک کا کہ اگر پورا عمل کرے تو اس پر رزق معنوی یعنی فیوض و برکات کا اضافہ ہوتا ہے۔"

....

فرماتے ہیں طالب کا عمل جتنا سنت کے مطابق ہوتا جائے گا اتنا اسے شیخ کی توجہ جذب کرنے کی توفیق نصیب ہوتی جائے گی اتنا اس کا فائدہ ہوتا جائے گا۔ ایک بڑی عجیب بات جو میرے مشاہدے میں آئی اگر آپ کی کتابوں میں بھی ملتی ہو سلوک کے مسائل میں بھی ملتی ہو دیکھا یہ گیا کہ بعض لوگ حضرتؒ رحمت اللہ علیہ کے ساتھ ہوتے تھے اور آخر دم تک رہے۔ کچھ لوگ تو ایسے بدنصیب تھے جنہیں وہ نعمت نصیب ہی نہیں رہی چھوڑ گئے دنیا کے لالچ میں یا اپنی کسی بڑائی کے لالچ میں لیکن بعض لوگ اس سلسلے کے ساتھ ہی رہے لیکن جب وہ فوت ہوئے تو دنیا میں وہ کہتے تھے ہمارے مراقبات عالم امر تک ہیں لیکن قبر میں دیکھا تو کسی کے مراقبات ثلاثہ ہیں اور کسی کے صرف لطائف ہیں۔ یہ کیوں؟ کیسی عجیب بات ہے کہ دنیا میں تو انہیں مشاہدات بھی ہوتے تھے اور منازل بالانظر بھی آتے تھے وہاں اپنی روح بھی دیکھتے تھے لیکن یہ کیا ہوا تو تحقیق یہ ہے کہ جتنا خلوص شریعت پر عمل کرنے کے لئے اس کے دل میں ہوتا ہے اس اندازے کے مراقبات اس کے ہمیشہ کے لئے پختہ ہو جاتے ہیں باقی ایسے ہوتے ہیں جیسے کمرے میں بلب جل رہا ہے تو اس کی روشنی میرے چہرے پہ بھی پڑ رہی ہے آپ کے چہرے پہ بھی پڑ رہی ہے آپ کہتے ہیں ہمارے چہرے روشن ہیں لیکن اگر وہ بتی بجھ جائے تو پھر نہ میرے چہرے پہ روشنی ہے نہ آپ کے چہرے میں روشنی ہے اسی طرح شیخ کے انوارات سے اس کی قوت سے دیکھتے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمارے مراقبات پختہ ہیں لیکن جب شیخ سے الگ ہوتے ہیں تو باقی وہی جا بچتا ہے جتنے خلوص سے شریعت پر حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرتے تھے صرف وہ ہی بچتا ہے جس نے سنت کے مطابق کیا اور خلوص سے

کیا۔ باقی کچھ نہیں بچتا لہٰذا اس پہ نہیں رہنا چاہیے کہ میرے اتنے مراقبات ہوگئے دیکھنا یہ چاہیے کہ مجھ میں کتنے مراقبات کرنے کی صلاحیت ہے اور اس صلاحیت کو بڑھانا چاہیے جس میں دو باتیں ہیں عمل بھی سنت کے مطابق ہو اور خلوص ہو سنت خیر الانامؐ سے محبت ہو پیار ہو دل سے عمل کرے یہ ضروری ہے۔

....

"بدون اتباع شریعت کے کسی کمال کا معتبر نہ ہونا"

قولہ تعالیٰ: قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (المائدہ:68)

ترجمہ: آپ کہیے کہ اے اہل کتاب تم کسی راہ پر بھی نہیں جب تک کہ توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے اس کی بھی پوری پابندی نہ کرو گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بدون اتباع شریعت کے کوئی کمال معتبر نہیں۔"

....

فرمایا کوئی کتنے بھی کمال کا دعویٰ کرتا رہے اگر وہ شریعت پر عمل نہیں کر رہا تو سب جھوٹ ہے استدراج ہے شیطان کے بنائے ہوئے بکھیڑے ہیں۔ بنیاد شریعت آقائے نامدار ﷺ ہے اس پر عمل کے علاوہ کوئی کمال نصیب نہیں ہوتا۔

....

"تقویٰ و ایمان میں مراتب متعددہ ہونا"

قولہ تعالیٰ: كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ (المائدہ:70)

ترجمہ: جب کبھی ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا حکم لایا جس کو ان کا جی نہیں چاہتا تھا سو بعضوں کو جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو قتل ہی کر ڈالتے تھے۔

اس پر دال ہے کہ تمام کبائر کی اصل اتباع ہویٰ ہے اسی لئے صوفیہ اس کے استیصال میں سخت کوشش کرتے ہیں۔"

....

فرمایا وہ آیہ کریمہ ہے کہ ان یہودیوں کے پاس جب نبی آتے تو جو انہیں بات کسی کی پسند نہ آتی یا اس کی تکذیب کر دیتے یا بعض کو شہید ہی کر دیتے تھے سو فرمایا ہواءِ نفس ہے جو اتباع ہویٰ نفس یعنی اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے کوشش کرنا اپنی آرزوئیں پوری کرنے کے لئے اللہ کا حکم بھی مانع آئے تو اس کا انکار کر دینا اس لئے صوفی مشائخ زیادہ محنت جو کرتے ہیں وہ اتباع نفس کے خلاف بندے کو مضبوط کرنے کے لئے کرتے ہیں تاکہ وہ خواہشات نفس کا پیرو نہ ہو بلکہ سنت خیر الانام ﷺ کا پیرو ہو۔

....

"معاصی سے استعداد کا بطلان"

قولہ تعالیٰ: وَ حَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَ صَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَ صَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ (المائدہ:71)

ترجمہ: اور یہی گمان کیا کہ کچھ سزا نہ ہوگی اس سے اور بھی اندھے اور بہرے بن گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی پھر بھی اندھے اور بہرے بنے رہے یعنی ان میں کے بہتیرے۔

اس میں دلالت ہے کہ اصرار علی المعاصی سے استعداد بالکل مضمحل ہوجاتی ہے۔اسی کو بطلان استعداد کہہ دیتے ہیں۔"

....

فرماتے ہیں کہ صوفیوں کو یہ دھیان رکھنا چاہیے کہ خلاف سنت کوئی کام یا کوئی غلطی یا کوئی گناہ ہوجائے تو فوراً رجوع الی اللہ کرے، توبہ کرے اور اس کا ازالہ کرے۔ اگر اصرار علی المعاصی ہوتا ہے کہ وہی گناہ بار بار کرنے سے جو استعداد ہے برکات حاصل کرنے کی وہ تباہ ہوجاتی ہے لہٰذا کسی گناہ پر اصرار سے بچنا چاہیے۔

....

"اتحاد و حلول کا بطلان"

قولہ تعالیٰ: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (المائدہ:72)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ کافر ہوچکے جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ عین مسیح ابن مریم ہیں۔

اس میں بطلان حلول و اتحاد پر جس کے قائل جاہل صوفی ہیں دلالت ہے۔"

....

فرمایا: جو جاہل صوفی کہتے ہیں کہ جی یہ میرا شیخ بس اللہ اسی میں بستا ہے یہ درست نہیں ہے بندہ بندہ ہے اللہ اللہ ہے اللہ کا حلول کسی چیز میں ممکن نہیں۔ مخلوق مخلوق ہے خالق خالق ہے۔

....

"مشائخ میں اعتقاد تصرف مستقل کا ابطال"

قولہ تعالیٰ: قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا (المائدہ:76)

ترجمہ: آپ فرمائیے کیا خدا کے سوا ایسے کی عبادت کرتے ہو جو کہ تم کو نہ کوئی ضرر پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے۔

اس میں ابطال ہے مشائخ کو متصرف مستقل سمجھنے کا جیسا جاہلوں کا زعم ہے۔"

....

ماہنامہ المرشد میں اشتہار دینے کے خواہشمند متوجہ ہوں

جو حضرات اپنے یا اپنی کمپنی کے لیے ماہنامہ المرشد میں اشتہار شائع کروانا چاہتے ہیں وہ سرکولیشن مینجر ماہنامہ المرشد لاہور سے رابطہ کریں۔

دفتر: ماہنامہ المرشد۔ 17 ادیبہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون: 042-35182727

قارئین المرشد سے

التماس ہے کہ المرشد کے بارے میں اپنی آراء سے مستفیض فرمائیں اور اس کو زیادہ مفید اور معتبر بنانے کے لئے اپنی تجاویز سے نوازیں۔

نیز یہ بھی گزارش ہے کہ اہل حضرات اپنے مضامین بھجوائیں جو ساتھیوں کی رہنمائی اور نئے قارئین کے لیے نفس کی اصلاح کا سبب بن سکیں۔ یا ایسے واقعات و تجربات تحریر فرمائیں جو سبق آموز ہوں۔

(مدیر ماہنامہ المرشد)

اصلاحِ معاشرہ

حافظ عبدالرزاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کائنات میں تعمیر و تخریب، بناؤ اور بگاڑ کا عمل ہمیشہ سے جاری ہے۔ انسانی معاشرہ کائنات کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس میں بھی فساد اور اصلاح کا عمل جاری رہتا ہے۔ معاشرہ میں بگاڑ کا عمل خود افراد معاشرہ کے ہاتھوں ہوتا ہے، البتہ بگاڑ آسان بھی ہے اور اثر آفرینی کے اعتبار سے اس میں سرعت اور وسعت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے مقابلے میں اصلاح کا کام بڑا محنت طلب ہوتا ہے اور اس کی رفتار بھی سست ہوتی ہے اور اس کی اثر آفرینی کا دائرہ بھی نسبتاً محدود ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے سہل انگار طبائع گھبرا کر اصلاح کے کام سے دستبردار ہوجاتی ہیں اور یہ تاثر پھیل جاتا ہے کہ

ع چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

یہ اصول تن آسانی اور سہل انگاری کی پیداوار ہے اور اس اصول پر عمل پیرا ہونے سے رفتہ رفتہ فساد اور اصلاح میں تمیز ہی مفقود ہوجاتی ہے۔ اور تن آسانی کے متوالے فساد اور بگاڑ ہی کو عین اصلاح سمجھنے لگتے ہیں قرآن نے اس حقیقت کا اظہار یوں فرمایا ہے

وَاِذَاقِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ قَالُوْٓااِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ (البقرۃ۔۱۱)

یعنی جب ان الٹی کھوپڑی کے انسانوں سے کہا جاتا ہے کہ معاشرے میں بگاڑ نہ پیدا کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو حقیقی مصلح ہیں اور یہ اصلاح کا کام ہی تو کر رہے ہیں

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

ہمارے معاشرے میں بگاڑ کا عمل اغیار کی خاص منصوبہ بندی کے تحت شروع کیا گیا اور وقت کے گزرنے کے ساتھ اب حالات نے یہ صورت اختیار کر لی ہے کہ بگاڑ ہی کو عین اصلاح سمجھا جا رہا ہے اور معاشرتی برائیوں کو عام معمول بنا لیا گیا ہے بلکہ برائی پر فخر و ناز کی صورت پیدا ہو رہی ہے۔ معاشرے میں ایسے حساس لوگ ہمیشہ پائے جاتے رہے ہیں جنہیں اس تعفن کا احساس ہوا اور بساط بھر اس کی اصلاح کی تدبیریں بھی کرتے رہے۔ مگر معاشرے کے عمومی دباؤ اور برائیوں کے طوفان میں ان کی کوششوں کے چراغ کوئی روشنی کی کرن پھیلانے میں کامیاب نہ ہوسکے اس پر مستزاد یہ کہ حکومتی سطح پر اس کا احساس بہت کم ہی دیکھنے میں آیا بلکہ حکومتوں کے اصلاحی ادارے ہی زیادہ تر بگاڑ کی صورت پیدا کرنے میں کوشاں رہے۔

اس مہم کو سر کرنے کے لئے سب سے پہلے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ معاشرتی برائیوں میں سے کچھ ایسی برائیاں ہیں جنہیں ذیلی برائیوں کا نام دیا جاسکتا ہے مگر کچھ ایسی صورتیں ہیں کہ کسی ایک برائی کی وجہ سے ہزاروں اور برائیاں لازمی طور پر پیدا ہوجاتی ہیں یعنی ایک برائی سے سینکڑوں انڈے بچے نکل کر

معاشرے میں مختلف شکلوں میں پھیل جاتے ہیں۔ ایسی ام الامراض قسم کی برائیوں کو دور کرنے پر اگر پوری کوشش مجتمع کر دی جائے تو ایک برائی کے مٹنے سے سینکڑوں برائیاں خود بخود دور ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر ان میں سے ایک برائی رشوت ہے۔ یہ بظاہر معمولی سی خرابی نظر آتی ہے مگر غور سے دیکھا جائے تو اس کی وجہ سے بہت بڑا بگاڑ پیدا ہو چکا ہے۔ مثلاً

ا۔ قانون شکنی:

رشوت کے رواج پا جانے کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ قانون کا احترام دلوں سے اٹھ جاتا ہے، یہ نہیں کہ عوام ہی اس سے متاثر ہوتے ہیں بلکہ قانون کے محافظ اور نگران افراد اور اداروں کے دل سے قانون کا احترام ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال لیجئے۔ عرصہ ہوا یہ قانون بنایا گیا کہ بسوں میں ریکارڈنگ ممنوع ہے۔ مگر کیا اس پر کہیں عمل ہوتا دکھائی دیتا ہے؟ اس کی وجہ یہ نہیں کہ بسوں پر آٹھ آٹھ ایریل جو چھ چھ فٹ بلند لہراتے ہیں ان کو دیکھنے کے لئے قانون کے محافظوں کو خوردبینوں کی ضرورت ہے اور سرکار نے مہیا نہیں کیں لہٰذا وہ ایریل نظر نہیں آتے یا بسوں کے اندر آگے پیچھے جو سپیکر نصب ہیں ان پر کوئی سلیمانی ٹوپی رکھی ہوتی ہے یا فحش گانے سنائی نہیں دیتے کہ ان کی سماعت کی قوت نہ ہونے کے برابر ہے۔ بلکہ اس کی وجہ وہی رشوت ہے جس نے محافظین قانون کے دلوں سے قانون کا احترام کھرچ کے رکھ دیا ہے۔

دوسری طرف ٹرانسپورٹر، ڈرائیور اور مسافر ہیں جن کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ریکارڈنگ ضرور ہو اور یہ جانتے ہوئے کہ قانوناً ممنوع ہے وہ برابر تقاضا کرتے ہیں اور ٹرانسپورٹروں اور ڈرائیوروں کی طرف سے اس تقاضا کو پورا کرنے پر آمادہ کرنے والی چیز صرف رشوت ہے جس کی وجہ سے معاشرہ کے افراد کے دلوں سے قانون کا احترام اٹھ چکا ہے۔ اس صورت کا لازمی نتیجہ زندگی کے ہر شعبے میں لاقانونیت کا دور دورہ ہے۔

۲۔ دن دہاڑے ڈاکے کی وارداتیں:

کسی روز کا اخبار اٹھا کر دیکھیں کسی بس کے لٹ جانے، کسی بنک کے لوٹے جانے کی خبر آپ کو ضرور مل جائے گی۔ ایسا کیوں ہے صرف اس لئے کہ ڈاکوؤں کو پورا پورا اطمینان ہوتا ہے کہ رشوت کا سہارا موجود ہے اور یہ سہارا ہی نہیں بلکہ ہر قسم کے جرم کے لئے امرت دھارا ہے۔ اگر انہیں یقین ہو کہ قانون کی گرفت سخت ہے بچنا محال ہے، تو ہرگز اتنی جرأت رندانہ کا ثبوت نہ دیں۔

۳۔ چوری کی وارداتیں:

ایک ایک رات میں کئی گھروں کا صفایا ہو جانا روزمرہ کا معمول بن چکا ہے مگر آج تک حد سرقہ کے قانون کے موجود ہونے کے باوجود کسی چور کا ہاتھ نہیں کاٹا گیا۔ یہ سب انڈے رشوت کی مرغی کے پروں کے نیچے محفوظ ہیں بلکہ اس کی گرمی سے پَر پرزے نکالتے چلے جا رہے ہیں۔

۴۔ قتل کی عام وارداتیں:

آج اپنے معاشرے میں کسی بے گناہ کو قتل کر دینا اتنا عام اور آسان ہے جیسے کوئی جوں مار دینا یا کسی چیونٹی کو پاؤں تلے روند ڈالنا آسان ہے قاتلوں کو بھی رشوت ہی کا تحفظ ملتا ہے۔

۵۔ سمگلنگ:

یہ بیچارے سمگلر لاکھوں بلکہ کروڑوں کی سمگلنگ کرتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ بیچارے بھوک سے مجبور ہیں بلکہ یہ عیاشی ایک مستقل پیشہ بن چکی ہے۔

۶۔ چور بازاری۔

۷۔ ڈرائیونگ لائسنس کے بغیر اور روٹ پرمٹ کے بغیر گاڑیاں چلانا۔

۸۔ دن دہاڑے دوسروں کے مکانوں اور دکانوں پر قبضہ کر لینا۔

۹۔ ٹیکس کی چوری کرنا، ڈبل حساب رکھنا

۱۰۔ اشیائے خوردنی میں ملاوٹ کرنا حتیٰ کہ گھی کی جگہ گریس سے اشیائے خوردنی تیار کرنا۔

کوئی کہاں تک شمار کرے، جرائم کی فراوانی کی واحد وجہ رشوت کی گرم بازاری کے سوا کچھ نہیں۔

معاشرے کے اس ناسور نے عہد بہ عہد ترقی کر کے یہ صورت اختیار کی ہے۔ ایک وقت تھا کہ خال خال کوئی شخص رشوت لیتا تھا، چوری چھپے لیتا تھا۔ ننگو بن جانے کا دھڑکا لگا رہتا تھا، ضمیر ملامت کرتا تھا اور رشوت دینے والا اس لئے رشوت دیتا تھا کہ کسی کا حق مار لے۔

پھر اس میں ترقی ہوئی تو ضمیر کو تھپکیاں دے کر سلا دیا گیا۔ چوری چھپے رشوت لینے کی جگہ رشوت لینے کی کچھ معصوم شکلیں ایجاد کر لی گئیں۔ ڈالی، چائے پانی، رمی اور فلاش میں عمداً ہار جانا وغیرہ۔

اس پر مزید ترقی ہوئی تو رشوت لینا ایک معمول بن گیا بلکہ جو رشوت نہ لیتا اسے بزدل، پھوہڑ سمجھا جانے لگا۔

پھر رشوت نے پینترا بدلا اور کسی کا حق دبانے کے لئے نہیں بلکہ اپنا جائز حق لینے کیلئے رشوت پیش کرنا ضروری ہو گیا اور آخری شکل یہ بنی کہ باقاعدہ نیلامی بولی گئی۔ رشوت دینے والوں نے فیصلہ دیدیا کہ رشوت ایک ناگزیر برائی ہے اور ساری دنیا میں ہے اس لئے اس کو بُرائی کہنا درست نہیں البتہ یہ ایک آرٹ ہے۔

خالص اسلامی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو اللہ تعالےٰ نے اپنی آخری کتاب میں ایک اصولی بات بیان فرما دی کہ

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرہ۔۱۸۸)

یعنی ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ۔

پھر اس کا یہ پہلو جسے رشوت کہتے ہیں واضح فرمایا۔

وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرہ۔۱۸۸)

یعنی مال کو حاکموں تک رسائی کا ذریعہ نہ بناؤ تاکہ اس طرح دوسروں کا مال ناحق دبا لو جان بوجھ کر ایسا مت کرو۔

اور قرآن لانے والے نے تو یہاں تک فرما دیا کہ

اَلرَّاشِىْ وَالْمُرْتَشِىْ كِلَاهُمَا فِى النَّار

یعنی رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنم کا ایندھن ہیں۔

اور لطف یہ کہ عین سر کے اوپر دیوار ساتھ یہ حدیث جلی حروف میں لکھ کر لٹکا رکھی ہے اور ٹھیک اس کے نیچے کرسی پر بیٹھ کر مک مکاؤ بھی ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ لازماً ایک تو یہ ہو سکتی ہے کہ لینے اور دینے والوں کو نہ اللہ کی بات پر اعتماد ہے نہ اللہ کے رسول کی بات کا یقین ہے۔

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ انہیں مر کے جی اٹھنے اور اللہ تعالےٰ کی عدالت میں پیش ہونے پر یقین نہیں اور تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے اندر اتنا کس بل دیکھتے ہیں کہ جہنم کی آگ کو بڑی جوانمردی سے برداشت کر لیں گے یا یہ کہ وہ لوگ جہنم کو کوئی ائر کنڈیشنڈ گھر سمجھے بیٹھے ہیں ورنہ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ آدمی مسلمان بھی ہو اور اللہ و رسول کے اس چیلنج کو پوری ڈھٹائی سے یوں پٹک دے۔ مسلمان کو کوئی کیسے سمجھائے کہ اللہ و رسول کا مقابلہ

کرنا مسلمان کہلانے کے ساتھ زیب نہیں دیتا۔کوئی کیسے بتائے کہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے۔کوئی کیونکر یقین دلائے کہ یہ حرام کی فراوانی تمہیں کسی کل چین نہیں لینے دے گی۔ جسے بگڑے ہوئے معاشرے کو سنوارنے کا فریضہ سونپا گیا تھا وہ اچھے بھلے معاشرے کو بگاڑنے میں دن رات اور ہمہ تن کوشاں ہے۔آنکھیں پٹ ہوں تو کوئی ہاتھ پکڑ لے ان ساون کے اندھوں کو راستہ کون دکھائے۔

چہ گویمت ز مسلمان نا مسلمانے

جزایں کہ پور خلیل است وآزری داند

طبی نقطہ نگاہ سے غذا کے معاملے پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ جو غذا ہم کھاتے ہیں معدے میں جا کے ہضم ہوتی ہے، اس سے خون بنتا ہے۔خون رگوں میں دوڑتا ہے اسی سے قوت، توانائی وصحت حاصل ہوتی ہے۔بشرطیکہ غذا صالح ہو یعنی اس میں ایسے اجزاء پائے جائیں جن میں غذائیت ہو۔ اگر ناقص، غیر متوازن اور گندی غذا کھائی جائے تو اس سے نہ صحت قائم رہ سکتی ہے نہ قوت وتوانائی حاصل ہوتی ہے۔گویا نظام جسمانی کو صحیح طور پر برقرار رکھنے کا انحصار خالص غذا پر ہے۔غیر خالص اور مضر غذا سے نظام جسمانی تلپٹ ہوتا ہے۔

یہی عمل انسان کے اخلاقی اور روحانی نظام میں بھی جاری رہتا ہے اخلاقی نظام کو صحیح طور پر برقرار رکھنے کے لئے جو غذا صالح اور خالص ہوتی ہے اس کا نام اصطلاح شرع میں حلال غذا ہے اور مضر صحت غذا کو اصطلاح میں حرام کہتے ہیں۔

حلال غذا سے اخلاقی حس بیدار رہتی ہے اور اخلاقی قوت حاصل ہوتی ہے۔کوئی فرد اگر اس صالح غذا کا اہتمام نہ کرے تو وہ اخلاقی اعتبار سے ایسا مریض ہوتا ہے جس کا مرض بڑھتا رہتا ہے اور آخر اخلاقی موت واقع ہوتی ہے تو وہ جرائم پیشہ بن جاتا ہے۔ اگر کسی معاشرے میں ایسے مریضوں کی تعداد بڑھتی چلی جائے تو معاشرہ جرائم پیشہ افراد کا ایک مجموعہ ہوتا ہے اور معاشرے میں اخلاقی گراوٹ کا یہ عالم ہوتا ہے کہ امن وسکون اُٹھ جاتا ہے اور کسی کی جان، مال، عزت وآبرو محفوظ نہیں رہتی۔اسی بنا پر اسلام نے فرد اور معاشرہ دونوں کے لئے حلال روزی کی بڑی تاکید کی ہے۔

چنانچہ ارشاد باری ہے:۔

١۔ یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحاً

اے گروہ انبیاء حلال اور پاکیزہ غذا کھاؤ اور صالح عملی زندگی اختیار کرو۔

اس ارشاد میں انبیاء کو مخاطب کیا گیا ہے مگر ان کی امتیں بدرجہ اولیٰ مخاطب ہیں۔رسول تو اُمت کے لئے ایک مثالی شخصیت ہوتی ہے پھر ارشاد میں حلال غذا کے ساتھ عمل صالح کو جوڑ دیا گیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حلال غذا کا اثر یہ ہے کہ اس سے جو قوت حاصل ہوتی ہے وہ لازماً صالح اعمال میں صرف ہوتی ہے، یا یوں کہئے کہ عمل صالح کا انحصار ہی غذائے صالح پر ہے۔

٢۔ یٰاَیُّهَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلاً طَیِّباً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ (البقرہ)

اے بنی نوع انسان زمین پر جو ہم نے خوانِ نعمت پھیلا رکھا ہے اس میں سے حلال اور طیّب غذا کھاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔

یہاں پوری انسانیت مخاطب ہے۔ جملے کو جن دو حصوں سے ترکیب دیا ہے اس میں کئی حکمتیں ہیں۔اول تو یہ کہ اپنے خالق کے باغیوں کے بھرّے میں آکر کہیں ایسا نہ کرنا کہ حلال غذا کے حصول کی اہمیت ہی تمہاری نگاہوں سے اوجھل ہو جائے اور ڈنگروں

ڈھوروں کی طرح جہاں ہری ہری گھاس نظر آئے بس وہیں منہ مارنے لگو۔ دوسری حکمت یہ نظر آتی ہے اگر تمہیں حلال غذا کی اہمیت کا احساس نہ رہا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اللہ کے باغیوں کے نقش قدم پر چلنے لگو گے پھر آخر میں مزید تنبیہ فرمائی کہ **اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ** کہ شیطان تمہارا ایسا دشمن ہے کہ اس کی دشمنی میں شک وشبہ کا شائبہ تک نہیں تو کیا تم اپنے ازلی دشمن سے راہ ورسم پیدا کرنا پسند کروگے۔

حلال غذا کی تاکید کے ساتھ حرام کے نقصانات بھی جابجا بیان فرما دیئے مثلاً

ا۔اہل کتاب کے جرائم بیان کرتے ہوئے دو اخلاقی برائیوں کا واضح طور پر ذکر فرمایا کہ

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ

"یعنی جھوٹ بولنا اور حرام کھانا ان کا شعار بن چکا ہے"۔

اور ان دونوں برائیوں کا آپس میں اتنا گہرا تعلق ہے کہ آج اگر بھی انصاف کی نظر سے دیکھے تو اسے معلوم ہوجائے گا کہ حرام غذا کھانے والا لازماً جھوٹا ہوتا ہے کیونکہ حرام کی یہ خاصیت ہے۔

اصدق الصادقین اور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے حرام سے بچنے کی اتنی تاکید فرمائی ہے کہ اگر کسی کو حضور اکرم ﷺ سے ذرا سا تعلق بھی ہو تو وہ اس لعنت سے کوسوں دور بھاگے گا۔

ا۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: **مَنْ لَّمْ يُبَالِ مِنْ اَيْنَ يَكْسِبُ الْمَالَ لَمْ يُبَالِ اللهُ تعالىٰ مِنْ اَيْنَ اَدْخَلَهُ النَّارَ.**

یعنی "جو شخص اس بات کی پروانہیں کرتا کہ وہ کن طریقوں سے مال حاصل کر رہا ہے (یعنی حلال یا حرام ذرائع سے) تو اللہ کو بھی اس بات کی پروانہیں کہ اسے کس طریقے سے اور دوزخ کے کس درجے میں پھینکے"۔

۲۔مَنِ اشْتَرىٰ ثَوْبًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَفِيْهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ لَمْ يَقْبَلِ اللهُ لَهٗ صَلَاةً مَادَامَ عَلَيْهِ (مسند احمد، والحاف الخيرة)

یعنی کسی شخص نے اپنا لباس اگر دس روپے کا خریدا اور اس رقم میں ایک روپیہ حرام کی کمائی کا تھا جو جب تک وہ لباس اس کے بدن پر رہے گا اس کی کوئی نماز، کوئی عبادت قبول نہ ہوگی۔

حرام کی نحوست کا اندازہ کیجئے۔

۳۔مَنْ اَصَابَ مَالًا مِنْ مَّاْثَمٍ فَوَصَلَ بِهٖ رُحْمًا اَوْ تَصَدَّقَ بِهٖ اَوْ اَنْفَقَهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ جَمَعَ ذٰلِكَ جَمِيْعًا ثُمَّ قَذَفَ بِهٖ فِيْ جَهَنَّمَ (کنز العمال)

جو شخص حرام ذریعہ سے مال حاصل کرے پھر اس مال سے اپنے اقرباء کی خدمت کرے یا اسے صدقہ وخیرات کے کاموں میں لگائے یا اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرے، یہ سب اعمال اسے دوزخ کے قریب تر ہی کریں گے۔

حرام مال سے عبادت کی نیت سے کچھ صرف کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی میلے کپڑے کو پیشاب سے دھو کر صاف کرنے کی حماقت میں لگا رہے۔

۴۔مَنِ اكْتَسَبَ مَالًا مِنْ حَرَامٍ وَاِنْ تَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ وَاِنْ تَرَكَهٗ وَرَائَهٗ زَادَهٗ اِلَى النَّارِ.

یعنی جو شخص حرام ذریعہ سے مال حاصل کرے اگر اس کو صدقہ میں خرچ کرے تو اس کا یہ فعل مقبول نہیں ہوگا۔ اور اگر وہ مال ورثہ کے طور پر چھوڑ کر چلا گیا تو وہ ترکہ اسے دوزخ کی گہرائیوں میں پہنچانے کا سبب بنے گا۔

کتنے باہمت ہیں وہ لوگ جو اپنی اولاد اور ورثاء کے لئے رشوت کا مال جمع کر کے کوٹھیاں بناتے ہیں اور جائیدادیں پیدا کرتے ہیں اور اپنی ذات کے لئے جہنم کا ایندھن اکٹھا کر رہے ہوتے ہیں یوں لگتا ہے جیسے یہ رشوت کے رسیا جہنم کے تصور سے بھی ناآشنا ہیں۔ اور آخرت کو محض افسانہ سمجھتے ہیں۔

جفائیں بھی ہیں فریب بھی ہیں نمود بھی ہے سنگھار بھی ہے

اور اس پہ دعوائے حق پرستی اور اس پہ یاں اعتبار بھی ہے

جن مقدس ہستیوں نے محمد رسول اللہ ﷺ پر اعتماد کیا اور اللہ کی بات کو دل سے سچا سمجھا ان کی سوچ کے انداز ہی بدل گئے۔ مثلاً عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں

۱۔ **"اگر تو اتنی نمازیں پڑھے کہ پیٹھ دوہری ہو جائے اور اتنے روزے رکھے کہ بال کی مانند لاغر اور پتلا ہو جائے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا جب تک حرام غذا سے پرہیز نہ کرے"۔**

معلوم ہوتا ہے کہ ان رشوت خور مسلمانوں نے عبداللہ بن عمرؓ کی بات اچھی طرح سمجھ لی ہے کہ رشوت سے تو ہم باز آنہیں سکتے اور حرام مال کھا کر نماز روزہ کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے اس لاحاصل محنت سے بھی بچو چنانچہ نماز روزہ سے پوری طرح بے نیاز ہوتے ہیں مگر حرام مال ایسی vaccume brake ہے کہ حق کی طرف ایک انچ بھی بڑھنے نہیں دیتی واقعی

کہاں کا حرام اور کہاں کا حلال

ہٹے جائے حلی رہے رام لال

۲۔ حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں: **"اللہ کی طاعت دراصل اللہ کا خزانہ ہے۔ اس کی کنجی دعا ہے اور کنجی کے دندانے لقمہ حلال ہیں"۔** مگر اب تو ایسے تالے بھی ایجاد ہو چکے ہیں کہ کنجی کی ضرورت نہ دندانوں کی بس نمبر ملاؤ، تالہ کھل گیا۔

۳۔ حضرت جلال الدین مبارکؒ فرماتے ہیں: **"مشتبہ مال کا ایک درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔"** مگر ہمارے کرم فرما مشتبہ مال کو تو پسند ہی نہیں کرتے جب تک خالص حرام اکٹھا نہ کریں رات کو نیند ہی نہیں آتی۔

۴۔ حضرت سہیل تستریؒ فرماتے ہیں: **"جو شخص حرام کھاتا ہے اس کے تمام اعضاء بدکاری کی طرف رخ کرتے ہیں ارادی طور پر بھی اور غیر ارادی طور پر بھی۔"**

لیجئے بات جہاں سے چلی تھی وہیں پر آ کر ختم ہوئی۔ معاشرے میں برائیاں ارادی طور پر پھیل رہی ہیں اور غیر ارادی طور پر بھی اور اسکی وجہ حرام مال کی فراوانی ہے اور حرام مال خواہ کسی راہ سے آئے اس کی اصل اور جڑ کہیں بالواسطہ اور کہیں بلا واسطہ رشوت ہے اور صرف رشوت۔ لہذا رشوت کا خاتمہ کئے بغیر اصلاح معاشرہ کی جتنی کوشش ہوگی وہ صرف ضابطے کی کاروائی ہوگی، ظاہری لیپا پوتی ہوگی اور محض دکھاوا ہوگا اور اگر کہیں کوئی اصلاح ہو بھی گئی تو وہ بالکل عارضی ہوگی اور رشوت کی آندھیوں میں وہ چراغ گل ہو جائے گا۔

بیاور یدگر اینجا بود سخن دانے

خوشخبری
حضرت امیر المکرم کے نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جوان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب و حکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیا عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کیلئے انتہائی موثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

- کلسٹرو کیئر — Cholestro Care — Rs. 200 — کلیسٹرول کو صحیح حالت پر رکھتا ہے۔
- Cough Ez — Rs. 30 — کھانسی کیلئے گولیاں
- پین گو — Pain Go — Rs. 100 — مالش کیلئے ہر طرح کے درد کیلئے مفید ہے
- کیوریکس — Curex — Rs. 225 — کھانے کیلئے جوڑوں کے درد اور کمر کے درد سمیت ہر قسم کے دردوں کیلئے
- ہیئر گارڈ آئل — Hair Guard Oil — Rs. 500 — بالوں کی صحت کیلئے مفید ہے۔
- Detergent Super Wash — Rs. 75
- Shampoo Hair Care — Rs. 100

0321-6569339

ملنے کا پتہ:
دارالعرفان منارہ ضلع چکوال فون 0543-562200
17-اویسیہ ٹاؤن شپ، لاہور فون 042-35182727

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج۔ اقبال کے شاہینوں کا مسکن۔ راولپنڈی بورڈ اور پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق سے مسلسل دس سال راولپنڈی بورڈ سے

پوزیشن لینے والا واحد ادارہ

پری کیڈٹ تا ایف ایس سی

صقارہ سائنس کالج

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

داخلہ جاری ہے

(پری میڈیکل، پری انجینئرنگ)	داخلہ ایف ایس سی پارٹ 1	پری کیڈٹ اور آٹھویں جماعت	طلباء کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ چار گھنٹے رات ساڑھے دس بجے تک قابل اساتذہ کی نگرانی میں کوچنگ کا اہتمام
ہاسٹل کی سہولت بہترین موسم	صحت افزاء مقام	شاندار مستقبل کیلئے نادر موقع	

پرنسپل حاجی محمد خان ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی، ایم ایڈ (ریٹائرڈ ڈائریکٹر ایجوکیشن آفیسر محکمہ تعلیم گورنمنٹ آف پنجاب)

مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں۔

صقارہ سائنس کالج دارالعرفان منارہ ڈاکخانہ نور پوری ضلع چکوال۔ فون نمبر: 0543-562222, 562200

FOR FEED BACK: SIQARIAH@SIQARAHEDU.COM, SIQARAHEDU.COM
VICEPRINCIPAL@SIQARAHEDU.COM , VISIT AT: WWW.SIQARAHEDU.COM

اکرم التفاسیر

پارہ قال الملاو9
سورۃ الاعراف
آیات 175-179

ہدایات وگمراہی کا مدار قلب انسانی

شیخ المکرم حضرت امیر
محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ٥

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا ....

اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ.

قرآن حکیم کا موضوع تاریخ نہیں ہے لیکن بے شمار تاریخی واقعات بیان فرماتا ہے۔ ہر تاریخی واقعہ سے مراد یہ ہوتی ہے کہ آدمی اس واقعہ کو اپنے حالات پر منطبق کر کے دیکھے کہیں ویسا جرم اس سے سرزد تو نہیں ہو رہا اگر ایسا جرم ہو رہا ہے تو توبہ کرلے اور سیدھی راہ اختیار کرے چونکہ قرآن کا موضوع ہدایت ہے، صراط مستقیم ہے، لوگوں کی رہنمائی ہے تو یہاں ایک ولی اللہ کا ذکر فرمایا گیا ہے جو ایک بہت اعلیٰ ولی تھا لیکن پھر اس نے دنیا کے لالچ میں آ کر اللہ کے نبیؑ کی مخالفت کی، اس کا انجام کیا ہوا؟ یہ قصہ اس لئے بیان کیا گیا کہ اس نے موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کی (اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے)۔ ہم کہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت تو نہیں کر رہے۔ نبیؑ کی مخالفت کیا ہوتی ہے؟ دو طرح سے ہوتی ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ ذاتی طور پر نبیؑ کی نبوت کا انکار کر دے یا نبیؑ کے ساتھ دشمنی پیدا کر کے مخالفت کرے دوسرا یہ ہے کہ بظاہر کہتا رہے کہ نہیں میں نبیؑ کو تو مانتا ہوں لیکن دنیا کے لالچ میں آ کر اطاعت نبی سے نکل جائے اور حصول زر کے لئے خواہش نفس کی پیروی کرنے لگے تو یہاں اس مخالفت کا ذکر ہے کہ نبیؑ تو مانتا تھا مگر دنیا کے لالچ میں آ کر ان کے اتباع سے نکل گیا اور خواہش نفس کی پیروی کی فرمایا: وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا اے میرے حبیب ﷺ ان لوگوں کو اس بندے کا حال پڑھ کر سنایئے جسے ہم نے اپنی آیات اپنی نشانیاں یعنی بہت بلند منازل عطا فرمائے تھے۔ اس قدر بلند منازل تھے اس کے کہ اللہ نے ان کو اپنی آیات کہا ہے فَانْسَلَخَ مِنْهَا اتنے بلند منازل کے باوجود وہ ان میں سے نکل گیا فَانْسَلَخَ ہوتا ہے جیسے سانپ اپنی کینچلی سے نکل جاتا ہے یا کسی جانور کی کھال اتار دی جاتی ہے اور اس کا وجود کھال سے نکل جاتا ہے۔ ہوا یہ کہ جب موسیٰؑ سمندر سے پار اترے اور فرعون غرق ہوا تو انہیں شام کی طرف جانے یا شام کے شہروں میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی۔ فرمایا گیا کہ تم شہروں میں داخل ہو جاؤ۔ تو وہاں ایک قوم آباد تھی جنہیں جبارین کہتے تھے۔ بڑی سخت لڑاکا قوم تھی۔ ان میں پہلے دین پر قائم ایک ولی اللہ تھا جس کے بہت بلند منازل تھے اللہ کریم نے فرمایا ہم نے اسے اپنی آیات دیں وہ مستجاب الدعوات تھا۔ جو دعا کرتا تھا عنداللہ مقبول ہوتی تھی۔ جب موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لے کر اس طرف بڑھے تو اس قوم کو بھی سارے حالات کا علم تھا کیونکہ بڑا عرصہ موسیٰؑ کا فرعون سے مقابلہ رہا پھر فرعون غرق ہو گیا۔ یہ دریا کے پار اترے تو قوم اس کے پاس جمع ہو گئی کہ بھئی موسیٰؑ بڑے سخت گیر آدمی ہیں اور ان کے

ساتھ لاکھوں کا لشکر بھی ہے اور وہ ہماری طرف بڑھ رہے ہیں ہمارے علاقے کی طرف آرہے ہیں تو آپ ان کے خلاف بددعا کر دیجئے۔ اس نے کہا میں ایسے تو دعا نہیں کرتا ہاں رات کو جب میں مراقب ہوں گا، مراقبہ کروں گا تو میں اللہ کریم سے اجازت لوں گا۔ صبح تک قوم نے انتظار کیا پھر اس کے پاس پہنچ گئی اس نے کہا جی مجھے حکم ہوا ہے کہ میں ان ؑ کا اتباع کروں۔ وہ اللہ کے رسول ؑ ہیں اور ان ؑ کے جلو میں فرشتے چلتے ہیں۔ میں اللہ کے نبی ؑ اور اولوالعزم رسول ؑ کی مخالفت نہیں کر سکتا مجھے تو اللہ نے حکم دیا ہے کہ اب میں ان کا اتباع کروں پہلے تو میں پہلے نبی ؑ کے اتباع میں تھا تو جب موسیٰ ؑ آگئے ہیں اور جب وہ یہاں پہنچیں گے تو مجھ پر ان ؑ کی اطاعت فرض ہو جائے گی۔ اس کی قوم نے بہت کوشش کی منت سماجت کی لیکن وہ نہ مانا پھر انہوں نے مشورہ کیا کہ کوئی پیسے جمع کرو اور زیورات وغیرہ جمع کرو کوئی سونا چاندی اکٹھا کرو اور بہت سا مال اسے دو چنانچہ ان سے جس قدر بن پڑا زیادہ سے زیادہ دولت روپے پیسہ، زیورات، سونا چاندی جمع کر کے لے آئے اس کے سامنے ڈھیر کر دیا کہ یہ سارا آپ کا ہے آپ ہماری مدد کریں موسیٰ ؑ کے حق میں بددعا کریں۔ اس لالچ میں اس کی بیوی بھی شامل ہو گئی کہ اتنی دولت تو ہم نہیں چھوڑیں گے۔ یہ تو لے لینی چاہیئے اتنی دولت بھی کوئی چھوڑتا ہے۔ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے تم نے صرف ہاتھ اٹھا کے دعا کرنی ہے تم نے اس پہ کون سا تیر چلانا ہے تو تم دعا کرو۔ بیوی نے ساتھ دیا خود اس کے اپنے دل میں بھی لالچ پیدا ہو گیا۔ فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ اور شیطان بھی پیچھے لگ گیا کہ بھئی کیا کرتے ہو ایک دعا ہی تو کرنی ہے تم نے کون سا تیر چلانا ہے اور اتنی دولت ہے دیکھو تو سہی۔ سونے چاندی کا ڈھیر ہے اتنا مال و دولت ہے تو تم کیا کرتے ہو ہاتھ اٹھا کے دعا ہی کرنی ہے پھر نہیں قبول ہو گی تو نہیں ہو گی۔ تمہارا کیا جاتا ہے؟ اس نے اپنا ایک عبادت خانہ پہاڑ پہ بنایا ہوا تھا جہاں مراقب ہوا کرتا تھا۔ وہاں چلا گیا قوم ساتھ تھی بددعا کے لئے ہاتھ اٹھائے لیکن جب بددعا کرتا تو موسیٰ ؑ کی بجائے اس کے منہ سے اپنی قوم کا نام نکلتا کہ اللہ انہیں تباہ کر دے ان کا کچھ باقی نہ چھوڑ۔ انہوں نے کہا یہ کیا کر رہا ہے۔ ہماری ساری دولت بھی تو نے لے لی اور بددعا بھی ہمارے حق میں کر رہا ہے تو اس نے کہا یہ میرے بس میں نہیں ہے۔ میں تو موسیٰ ؑ کے خلاف دعا کر رہا ہوں لیکن میرے منہ سے نام تمہارا نکلتا ہے یہ اللہ کی مرضی میں تو تمہارے کہنے کے مطابق کر رہا ہوں۔ لیکن یہ میرے بس میں نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ تم ایسی دعا نہ کرو کہ الٹا ہمیں تباہ کر دے۔ اس نے کہا پھر میں تمہیں ایک طریقہ بتاتا ہوں تم ایسا کرو کہ اپنی جوان لڑکیوں کو بنا سنوار کر اچھے کپڑے پہنا کر انہیں کھانے پینے کی اور دیگر اچھی چیزیں دے کر بیچنے کے لئے موسیٰ ؑ کی قوم کی طرف بھیج دو اور انہیں کہو کہ انہیں کوئی چھیڑے تو اعتراض نہ کرے۔ اگر ان میں سے کوئی برائی میں مبتلا ہو گیا تو پھر انہیں مصیبت پڑ جائے گی پھر تائید باری ان کے ساتھ بھی نہیں رہے گی۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا جوان لڑکیوں کو چیزیں دے کر موسیٰ ؑ کی قوم میں بھیج دیا۔ ان میں سے ایک قبیلے کا سردار تھا وہ ایک لڑکی پر فریفتہ ہو گیا اور اس سے برائی کی تو نتیجہ یہ ہوا کہ پورے قبائل میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی۔ موسیٰ ؑ نے دعا کی من جانب اللہ انہیں پتہ چل گیا کہ فلاں بندے نے فلاں لڑکی سے برائی کی ہے یہ اس کا نتیجہ ہے انہوں نے اسے قتل کروا کے لڑکی کی اور اُس کی بھی لاشیں باہر

لٹکوادیں اورلڑکیوں کولشکر سے ہانک دیاباقی پوری قوم نے توبہ کی اللہ نے وہ وبا ٹال دی اللہ کا قانون ہے کہ جہاں جرم ہوتا ہے وہاں اس کا سدباب سزا سے ہوتا ہے۔قرآن کریم کا اصول ہے وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

(البقرہ:179) اے دانشمندو! قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے۔زندگی قصاص میں ہے۔جو جرم کرتا ہے اسے سزا دی جائے تو آئندہ جرائم کا سدباب ہوتا ہے۔ہمارے ہاں روز قتل عام کیوں ہوتا ہے، روز کیوں بم پھٹتے ہیں؟ یہ کئی سالوں سے ہو رہا ہے آج تک آپ نے کہیں سنا کہ کسی کو سزا دی گئی۔ ہر کوئی کسی نہ کسی بڑے آدمی، کسی نہ کسی سیاسی جماعت کی پناہ میں چلا جاتا ہے اسے کوئی نہیں پوچھ سکتا کوئی نہیں پکڑتا نتیجہ یہ ہے کہ جرائم بڑھتے چلے جارہے ہیں؟ زندگی کی بجائے موت عام ہوتی جارہی ہے اور جرائم پیشہ افراد کا تناسب بڑھتا جارہا ہے حالانکہ جرائم پیشہ افراد کی سزا کا مطلب ہے دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔جس طرح عرب شریف میں وہ سزا دیتے ہیں اور جسے قتل ہونا ہوتا ہے اسے چوک میں قتل کرتے ہیں تاکہ دوسروں کو عبرت ہو ہمارے ہاں بھی ایک دفعہ ضیاء الحق نے شروع شروع میں پھانسی گھاٹ بنوائے تھے شہروں میں ایک دو لوگوں کو چند ضلعوں میں سرعام پھانسی دی گئی تھی تو ہر چیز تھم گئی تھی لیکن پھر پتہ نہیں جرائم پیشہ افراد کیسے غالب آجاتے ہیں پھر انہوں نے بھی وہ طریقہ چھوڑ دیا۔تو موسیٰ نے نہ صرف انہیں قتل کروایا بلکہ قتل کروا کر ان کی لاشیں لٹکوادیں۔لاشوں کے ٹکڑے بنوا کر لٹکوا دیئے تاکہ ساری قوم کو عبرت حاصل ہو تو یہاں بات اس شخص کی ہو رہی ہے مفسرین نے اس کا نام بلعم بن باعور لکھا ہے کی بات ہو رہی ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں ہم نے تو اسے اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا اپنی نشانیاں دیں۔ان منازل پر پہنچایا تھا جہاں اللہ کی معرفت کا، ذات باری کی معرفت کا بہت عظیم ادراک ہوتا ہے لیکن وہ اس میں سے نکل گیا اور شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور وہ گمراہ ہوگیا وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا اگر ہم چاہتے تو ان منازل کے طفیل اسے بہت مرتبے دیتے اور آگے جاتا لیکن وَ لٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وہ تو زمین سے چمٹ گیا دنیائی دولت سے چمٹ گیا اس نے تو ہمیں ہماری آیات کو اور ہماری تجلیات کو اور ہمارے احسان کو مانا ہی نہیں۔دنیا کے لالچ میں وہ زمین سے چمٹ گیا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ اور اپنی خواہش نفس کے پیچھے لگ گیا فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ اس کی مثال کتے کی ہے اگر آپ سختی کریں تو بھی زبان لٹکائے گا اسے آپ کچھ نہ کہیں تو بھی زبان لٹکائے گا اس کی زبان لٹکتی ہی رہے گی۔تو بلعم بن باعور کی بھی مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ زبان لٹک گئی اور منہ میں واپس نہیں جاتی تھی اسی حال میں ہلاک ہوگیا۔تو فرمایا جب اس نے دنیا کا لالچ کیا دولت کا لالچ کیا زمین سے چمٹ گیا اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ یعنی دنیا کے لالچ سے چمٹ گیا اور خواہشات نفس کی پیروی کی تو اس کی مثال کتے کی سی ہوگئی اگر آپ اس پر سختی کریں تو بھی زبان لٹکائے گا اگر آپ اسے چھوڑ دیں کچھ نہ کہیں تو بھی زبان نکالے گا ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فرمایا یہ مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیات کی تکذیب کرتے ہیں۔ میں عرض کرچکا ہوں کہ تکذیب دو طرح سے ہے ایک تو یہ ہے کہ آیات کا انکار کر دینا بھی تکذیب ہے کہ میں نہیں مانتا لیکن ایک یہ ہے کہ زبانی کہہ دینا، میں مانتا ہوں اور پھر عمل اس پر نہ کرے

عمل خواہشات نفس پر کرے تو یہ بھی بدترین تکذیب ہے۔ بنی اسرائیل کے بارے قرآن میں آتا ہے یَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَیْنَا (النساء:46) انہوں نے کہا سن تو لیا ہے مان کر نہیں دیں گے کام اپنی مرضی کا کریں گے تو فرمایا یہ واقعہ اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ وہ بہت بلند منازل کا ولی اللہ تھا اور اگر وہ ان منازل پہ قائم رہتا، اللہ کی اطاعت پہ قائم رہتا اور جب اللہ کا اولوالعزم رسول آ گیا تھا اس کا اتباع اختیار کر لیتا ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو ولایت سے شرف صحابیت کو پالیتا۔ ساری دنیا کی ولایت جمع کی جائے تو صحابی کے قدم پر جو گرد پڑتی ہے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی وہ اس سے افضل ہے۔ تو فرمایا ہم اسے اور زیادہ ترقی دینے والے تھے اگر وہ اس پہ قائم رہتا تو ولایت سے شرف صحابیت پا جاتا۔ کہاں پہنچ جاتا لیکن وہ تو زمین سے چمٹ گیا۔ اس نے تو سونا چاندی دیکھا اور ریجھ گیا۔ بیوی نے پھسلایا، شیطان پیچھے پڑ گیا اور خواہشات اس کی بھی جاگ اٹھیں اور اس نے خواہشات کی پیروی اختیار کر لی تو جب خواہش نفس کے پیچھے پڑا تو اس کی مثال کتے کی سی ہو گئی جو ایک روٹی کے ٹکڑے کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ آپ اس پر سختی کریں تو بھی ہانپتا ہے، زبان نکالتا ہے اور اسے کچھ نہ کہیں تو بھی اس کی زبان لٹکی رہتی ہے۔ ذٰلِکَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا یہ مثال ان لوگوں کی ہے جو ہماری آیات کی تکذیب کرتے ہیں یا خلاف ورزی کرتے ہیں۔ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ میرے حبیب ﷺ لوگوں کو یہ قصہ سنایئے تا کہ وہ سوچیں، فکر کریں۔ لَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ بیٹھ کر سوچیں۔ سوچنا کیا ہے؟ یہ سوچنا ہے کہ کہیں میرا عمل، میرا ارادہ، میری کوششیں بھی ایسی ہی تو نہیں ہیں کہ جس کام سے اللہ کے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے وہ میں کر رہا ہوں اور جسے کرنے کا مجھے حکم دیا ہے وہ مجھ سے چھوٹ رہا ہے۔ لوگ سوچیں اور اس انجام بد سے اپنے آپ کو بچائیں۔ اللہ کی رحمت کے سائے میں آئیں اور اللہ کریم انہیں دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں ترقی دے۔ اپنی رحمت سے نوازے سَآءَ مَثَلَا نِ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ کَانُوْا یَظْلِمُوْنَ ۔ فرمایا جو لوگ ہماری آیات، ہمارے احکام، ہماری کتاب، ہمارے نبی ﷺ کے اتباع کی تکذیب کرتے ہیں، مخالفت کرتے ہیں، اس کے خلاف کام کرتے ہیں ان کی مثال بہت ہی بری ہے۔ ان کا حال بہت ہی برا ہوتا ہے۔ اس سے بھی ابتر ہوتا ہے وَ اَنْفُسَهُمْ کَانُوْا یَظْلِمُوْنَ اور جو بھی نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ نہ اللہ کا کچھ بگاڑتے ہیں نہ اللہ کے نبی ﷺ کا کچھ بگاڑتے ہیں وہ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اس کا سارا مآل انہیں خود بھگتنا پڑے گا وہ اپنے آپ پر زیادتی کر رہے ہیں۔ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ ہدایت وہی پاتا ہے جسے اللہ ہدایت دے اور اللہ ہدایت کس کو دیتے ہیں وَیَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ (الشوریٰ:13) جس کے دل کی خالص آرزو وصال الٰہی کی ہوا سے اللہ ہدایت دیتے ہیں جس کی طلب اللہ کی معرفت کو پانا ہو جس کے دل میں طلب ہو اتباع رسالت کی، خلوص دل سے جو چاہے اللہ اسے ہدایت دے دیتے ہیں اور وہی ہدایت پاتا ہے وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۔ اللہ جسے گمراہ کر دے وہ سخت نقصان میں پڑ گیا۔ اللہ کس کو گمراہ کرتا ہے؟ اسے جو اس کے نبی ﷺ کا نافرمان ہوتا ہے جو اس کی اطاعت سے نکل جاتا ہے جو اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ یاد رکھیں! ہدایت اور گمراہی کا مدار قلب

انسانی اور قلب کی انتہائی گہرائی میں پیدا ہونے والی سوچوں پر ہے۔ اور یہ اللہ کریم کا بڑا احسان ہے کہ کسی کا قلب ذاکر کر دے۔ ذاکر قلب کے بارے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ شیطان مچھر کی طرح انسانی قلب میں سونڈ داخل کرتا ہے اور اس میں وسوسے ڈالتا اور برے وسوسے ڈالتا ہے لیکن جو قلب ذاکر ہوتا ہے وہ اللہ کے نور سے روشن ہوتا ہے تو اس میں وہ جب کوشش کرتا ہے تو وہ ڈال نہیں سکتا ناکام لوٹ جاتا ہے۔ وساوس کا آنا ایک فطری عمل ہے۔ اس امت پر اللہ کریم نے وساوس کے آنے پر کوئی جرم نہیں رکھا چونکہ شیطان بھی کوشش کرتا ہے پھر اپنا نفس، وہ بھی کوشش کرتا ہے۔ دنیا کی مادی چیزیں دیکھ کر خواہشات نفس پیدا ہوتی ہیں لیکن جب تک ان پر عمل نہ کیا جائے تو محض وسوسے کی پرسش نہ ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کو شکایت ہوتی ہے کہ وسوسے آتے ہیں وسوسے کا سادہ سا علاج اور صرف ایک ہی علاج یہ ہے کہ اس کو سوچنا شروع نہ کر دیا جائے بلکہ جھٹک دیا جائے، رد کر دیا جائے، درود شریف پڑھنا شروع کر دیا جائے، لاحول پڑھنا شروع کر دیا جائے، معوذتین پڑھنا شروع کر دیئے جائیں، جو ذاکر ہے وہ ذکر کرنا شروع کر دے اور اپنی توجہ ذکر پر کر لے۔ یہ کمال ہے کہ انسانی ذہن باوجود اپنی ساری وسعتوں کے ایک وقت میں دو طرف متوجہ نہیں ہوتا جیسے آپ ذکر میں بھی صرف سرمار ہے ہیں اور سوچ وسوسے کو رہے ہیں تو پھر ذہن اس طرف متوجہ ہے ذکر کی طرف متوجہ نہیں ہے اور اگر ذکر کی طرف متوجہ ہو گیا تو وسوسہ خود بخود جاتا رہے گا ادھر اس کی طرف توجہ ہی نہیں رہے گی۔ تو صرف ذکر شروع نہ کرے اپنی پوری توجہ ذکر کی طرف اور اس کی کیفیات کی طرف لے جائے تو وسوسہ رد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہدایت وہی پاتا ہے۔ جسے اللہ ہدایت دیں اور جسے اللہ گمراہ کر دیں اس کا کچھ نہ بچا سب خسارے میں پڑ گیا۔ وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فرمایا ہم نے مخلوق کو پیدا کیا انہیں تکلیف شرعی دی انہیں شعور دیا مکلّف بنایا لیکن بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں کہ ان کا کردار ایسا ہے جیسے وہ بنے ہی دوزخ کے لئے ہوں حالانکہ شعور تو اللہ نے انہیں بھی بخشا۔ اتمام حجت ان پر بھی کیا، راہ ہدایت کے اسباب ان کو بھی دکھائے قدرت کی نشانیاں انہیں بھی دکھائیں لیکن وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا۔ ان کا کردار ایسا ہو گیا جیسا انہیں پیدا ہی جہنم کے لئے کیا گیا ہو۔ جیسے ہم نے انہیں پیدا ہی دوزخ کا ایندھن بنا کر کیا ہے۔ یا الہ العالمین ایسے کس طرح ہو گیا؟ فرمایا: لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ہم نے انہیں دل دیئے، قلوب دیئے انہوں نے دل سے کسی بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ تفقہ ہوتا ہے بات کو سمجھنا، جاننا تو اس کا مطلب ہے دل جس بات کو سمجھتا ہے، جانتا ہے اس کو اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے تو دماغ تو دل کا نائب ہے، وزیر ہے۔ دل سے حکم دماغ کو جاتا ہے دماغ اعضاء و جوارح کو حکم دیتا ہے سارا بدن اس حکم کی تعمیل میں لگ جاتا ہے تو اصل بادشاہ دل ہے۔ فرمایا یہ اس لئے جہنم کا ایندھن بن گئے کہ ہم نے انہیں دل دیئے تھے لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا انہوں نے ان قلوب سے سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ دلوں کو اور طرف لگا دیا، دنیا میں لگا دیا، خواہش نفس کے پیچھے لگا دیا۔ مال و زر کے پیچھے لگا دیا، ہماری بات کو دل میں اتارا ہی نہیں، دل میں بیٹھ کر تفکر ہی نہیں کیا، بیٹھ کر غور ہی نہیں کیا کہ کیا اچھا ہے، کیا برا ہے، کیا صحیح کیا غلط ہے۔

کان اور آنکھ دل کے ملازم ہیں۔ آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے اس کی تصویر دل کو بھیج دیتی ہے، آنکھ جو دیکھتی ہے وہ تصویر دماغ کی قوت متخیلہ کو بھیج دیتی ہے وہاں تصویر بن کر وہ دل میں اتر جاتی ہے۔ آپ کہتے ہیں یہ پھول دیکھا میرا دل خوش ہوگیا۔ بھئی دیکھا تو آنکھ نے دل خوش کیسے ہوگیا دل نے پھول نہیں دیکھا آنکھ نے دیکھا آنکھ نے تصویر لی یہ ایسا کیمرہ ہے یہ دماغ میں گئی دماغ کے قوت تخیلہ میں یہ ویسی تصویر بن کر دل کو خبر کر دی گئی دل تک پہنچا دی گئی کہ یہ چیز سامنے اس طرح سے ہے اس میں یہ رنگ ہے، یہ خوبی ہے، یہ جمال ہے، ایسے لگتا ہے گویا دل خود دیکھ رہا ہے۔ کان ہیں آواز سنتے ہیں فوراً دماغ کو رپورٹ کرتے ہیں، دماغ اس کا تجزیہ کر کے اصل بات، اصل آواز فوراً دل میں پہنچا دیتا ہے اب دل اس سے کیا اثر لیتا ہے۔ اسے قبول کرتا ہے یا اسے رد کر دیتا ہے۔ تو یہاں فرمایا ہم نے انہیں قلوب دیئے، انہوں نے ان قلوب سے سوچا ہی نہیں، سمجھا ہی نہیں تـفـقـہ ہی نہیں کیا، اسے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی اور ہم نے انہیں آنکھیں دیں لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ان سے انہوں نے دیکھا ہی نہیں یعنی ایسا نہیں دیکھا جس سے نفع حاصل کرتے ہیں ورنہ تو ہر چیز ہر ایک کو نظر آ رہی ہوتی ہے لیکن جس دیکھنے سے عبرت حاصل نہ ہو، جس دیکھنے سے تفکر نہ کیا جائے، جس دیکھنے سے کوئی نتیجہ نہ نکلے تو گویا دیکھا ہی نہیں، توجہ ہی نہیں کی۔ جیسے ہم کسی کے پاس کوئی بات منوانے جاتے ہیں تو وہ انکار کر دیتا ہے ہم واپس آتے ہیں تو پوچھا جاتا بھئی سناؤ! کیا ہوا۔ ہم کہتے ہیں اس نے تو میری بات ہی نہیں سنی مراد یہ ہوتی ہے کہ مانی نہیں۔ یہاں بھی یہی ارشاد ہو رہا ہے ہم نے تو آنکھیں دیں انہوں نے دیکھا ہی نہیں یعنی دیکھتے ہوئے بھی ہر چیز کو ان دیکھا کر دیا دنیا کی محبت میں اتنے اندھے ہوگئے تھے وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ہم نے تو کان دیئے تھے انہوں نے سنا ہی نہیں۔ انہوں نے اس بات پہ توجہ ہی نہیں دی، غور ہی نہیں کیا اس کا تجزیہ ہی نہیں کیا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ یہ چوپایوں کی طرح ہیں بَلْ هُمْ اَضَلُّ بلکہ چوپاؤں سے گئے گزرے ہیں۔ چوپائے جو ہیں ان میں دو باتیں ہیں۔ ایک بات تو یہ ہے کہ انہیں یہ شعور نہیں دیا گیا جو انسان کو دیا گیا دوسری بات یہ ہے کہ چوپائے بھی اپنے چرواہے کی بات سن لیتے ہیں وہ کہیں جا رہے ہوتے ہیں وہ جھڑکتا ہے تو واپس آ جاتے ہیں تو اس کی بات سن لیتے ہیں، سمجھ جاتے ہیں یہ تو ان سے بھی گئے گزرے ہیں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی یاد سے غافل ہیں۔ جنہیں یاد الٰہی نصیب ہی نہیں جنہوں نے اس کی پرواہ ہی نہیں کی غافل سے مراد یہ ہوتی ہے کہ کوئی چیز اپنے پاس موجود ہو لیکن آپ اسے بھول جائیں۔ کوئی چیز ملے ہی نہیں تو وہ غفلت نہیں ہوتی۔ غفلت یہ ہوتی ہے کہ ایک چیز آپ کے اختیار میں، آپ کے بس میں، گھر میں موجود ہے لیکن آپ اسے بھول گئے۔ اسے زنگ کھا رہا ہے، وہ ٹوٹ رہی ہے، اس پہ گرد پڑ رہی ہے آپ کو یاد ہی نہیں وہ کہاں پڑی ہے۔ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس اللہ کا پیغام پہنچ رہا ہے، اللہ کی کتاب موجود ہے، برکات نبوی موجود ہیں لیکن انہیں یاد ہی نہیں کہ ہمارا کوئی نبی ﷺ ہے، ہمارے پاس کوئی کتاب بھی ہے، کوئی اللہ کا حکم بھی ہے اور کافر تو کافر ہیں۔ کافر تو ظالم ہیں غافل نہیں ہیں۔ اللہ ہمیں پناہ دے، ہدایت دے۔ غافل ہم ہیں جن کا نبی ﷺ کی ذات پر ایمان بھی ہے اور جن کے پاس اللہ کی کتاب بھی ہے اور اس سب کے باوجود ہم نے اس کتاب

کو جھاڑ پھونک کے لئے رکھ چھوڑا ہے اخباروں میں اشتہار آتے ہیں کہ عملیات قرآنی سے ہر مشکل آسان ہو جائے گی۔ اور اس پر ہم لوگوں کو پیسے دے کر بڑے بڑے تعویذ گلے میں باندھتے پھریں گے۔ پڑھ پڑھ کر پھونکتے رہیں گے یا کوئی مرگیا تو اس کے لئے پڑھیں گے۔ اس کو کتاب حیات بنا کر ہم دیکھتے ہی نہیں کہ قرآن میرے ساتھ کیا بات کرتا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب آپ پڑھنے بیٹھیں تو آپ دنیا کو چھوڑ دیں اپنے آپ کو سامنے رکھیں اور یہ سمجھیں کہ قرآن مجھے بات سنا رہا ہے۔ پھر پتہ چلے گا یہ آپ سے باتیں کرتا ہے۔ آپ کو کچھ کام کرنے کا حکم دیتا ہے، کچھ کاموں سے رکنے کا حکم دیتا ہے اور سارے مشورے اطاعت الٰہی اور اتباع رسالت کے دیتا ہے۔ صحیح راستے کی رہنمائی کرتا ہے تو بہت کم لوگ ہوں گے جو اس انداز سے تلاوت کرتے ہوں ورنہ کچھ کرتے ہی نہیں، کچھ کو یہ شوق ہوتا ہے میں نے دس سپارے پڑھ لئے، بیس پڑھ لئے، اچھی بات ہے قرآن کا دیکھنا بھی ثواب ہے پڑھنا سننا فرض ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ تلاوت کرنا سنت ہے لیکن قرآن پڑھا جا رہا ہو تو سننا فرض ہے۔ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ٥ (الاعراف:204) جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو خاموشی سے متوجہ ہو کر سنو تاکہ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ تو جب قرآن کی آیت سے ثابت ہوتی ہے جسے اصطلاح شریعت میں کہتے ہیں نص، ن ص، نص۔ نص سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ فرض ہوتی ہے۔ جیسے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ نماز قائم کرو۔ نماز فرض ہے۔ اس کا حکم آیت سے ثابت ہے۔ زکوٰۃ کا حکم آیات میں موجود ہے۔ حج، روزے کا حکم آیات قرآن میں موجود ہے وہ فرض ہے جو چیز آیات قرآن سے ثابت ہوتی ہے وہ فرض ہے۔ سو قرآن کا سننا فرض ہے اور پڑھنا سنت ہے تو قرآن کو اس نظر سے پڑھا جائے کہ مجھے کیا حکم دے رہا ہے کیا مشورہ دے رہا ہے کہ کیا کروں کیا نہ کروں، کیا مانوں کیا نہ مانوں۔ تو اللہ کریم مہربانی فرماتے ہیں راستے کھل جاتے ہیں مشکلات مشکلات نہیں رہتیں گو بظاہر کتنی ہی مشکل نظر آئے لیکن اللہ کے بندوں کو وہ ایذا نہیں دیتی شہداء کے بارے ہے تاکہ بڑی سختی سے قتل ہو گئے شہید ہو گئے۔ میدان حشر میں اللہ کریم ان سے پوچھیں گے کہ تم کیا چاہتے ہو؟ مانگو تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے اللہ دنیا کو ایک دفعہ پھر آباد کر ہمیں واپس بھیج، ہم تیری راہ میں نکلیں اور پھر اسی طرح سے قتل کئے جائیں جو لذت اس قتل میں تھی وہ پھر سے نصیب ہو۔ اب بظاہر تو لوگوں نے سمجھا کہ انہیں بہت تکلیف ہوئی قتل ہو گئے لیکن اس قتل میں بھی ان کے لئے وہ لذت تھی کہ وہ دوبارہ اس کی آرزو کریں گے۔ تو فرمایا ہم نے دل دیئے انہوں نے دلوں سے سمجھا ہی نہیں۔ ہم نے نظر دی انہوں نے نگاہ عبرت سے دیکھا ہی نہیں ہم نے کان دیئے انہوں نے گوش حق سے سنا نہیں۔ یہ جانور ہیں جانوروں جیسے ہیں بلکہ جانوروں سے چوپائیوں سے بدتر ہیں اور یہ کون لوگ ہیں اولئک هم الغفلون جو لوگ ہماری یاد سے غافل ہیں، جنہیں ہماری یاد کا احساس نہیں ہے، جنہیں پرواہ ہی نہیں ہے اور وقت ضائع کر رہے ہیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

من الظلمت الی النور

ملک محمد سلیم (فیصل آباد)

جب میں نے شعور کی آنکھ کھولی تو ہمارے خاندان میں دینی وابستگی بہت کم تھی۔ پورے خاندان میں نماز روزہ کا رواج نہ تھا۔ ہم ایک بڑے مکان میں اپنے داداحضور بمعہ تین چچا تاؤں کے اکٹھے رہتے تھے۔ معاشی خوشحالی تھی۔ دولت کے ساتھ جو برائیاں ہوتی ہیں وہ بدرجہ اتم موجود تھیں۔ شادی بیاہ میں خصوصاً شراب کی محفل سجتی تھی۔ تایا جان خاص طور پر شراب و کباب کے رسیا تھے۔ دو شادیوں کے باوجود شہر کی حسین عورتوں کی مالی امداد کیا کرتے تھے اور گھر میں بھی بلا جھجک اُن کی آمد و رفت تھی۔

میرے داداحضور نے ایک پیر رکھا ہوا تھا۔ وہ کالے علم کا عامل تھا۔ ہر کام اُجرت پہ کرتا تھا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ میرے والد صاحب گھر سے ناراض ہو کر چلے گئے یہ غالباً 1960ء کی بات ہے۔ پیر صاحب نے میرے دادا سے مبلغ 100 روپے میں معاملہ طے کیا کہ ناراض بیٹا ایک ماہ کے اندر گھر آ کر معافی مانگ لے گا اور واقعی ہی ایسا ہوا کہ 20 دن بعد میرے والد صاحب نے واپس گھر آ کر داداحضور سے معافی مانگ لی۔ ہمارے گھر نیا نیا ریکارڈ پلئیر آیا تھا۔ جب بھی پیر صاحب آتے تو مجھ سے مشہور گانے سننے کی فرمائش کرتے۔ اُن کے لیے بہترین کھانا و دیگر لوازمات ہوتے۔ ہم پیر صاحب کو بہت ارفع و اعلیٰ شخصیت سمجھتے تھے۔ ہماری یہ سوچ تھی کہ ہم بہت گناہ گار ہیں اور یہ اللہ کے ولی ہیں۔

پیر صاحب کبھی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ پیر صاحب مجھے بہت پیار کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا پیر صاحب آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ پہلے تو میری جرأت پر خفا ہوئے پھر کہنے لگے کہ افضل نماز دل میں ہوتی ہے یہ جو عام لوگ نماز پڑھتے ہیں وہ بیکار ہے۔ اور جو نماز دل کی ہوتی ہے وہ اللہ کی محبت کا سبب بنتی ہے۔ مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ نماز سے جان بھی چھوٹ گئی اور اللہ کی محبت بھی مل جائے گی۔

اگلی دفعہ جب پیر صاحب آئے تو میں نے کہا کہ حضرت جی مجھے بھی وہ افضل نماز سکھا دیں تا کہ اللہ کی محبت مجھے مل جائے اس نے مجھے ایک وظیفہ بتایا کہ ہر وقت کرتے رہا کرو۔

لا الٰہ الا اللہ میرا پیغام لا جر یا

ایک دن تو میں وظیفہ پڑھتا رہا۔ دوسرے دن جب میں نے ماں سے بات کی وہ کہنے لگی، بیٹا! حضرت جبریل علیہ السلام تو نبیوں کے لیے پیغام لاتے ہیں اور بندوں کو اللہ کا کلام نبیوں کے ذریعے پہنچاتے ہیں۔ یہ پیر صاحب تمہیں گمراہ کر رہا ہے۔ اس کے بعد پیر صاحب جب بھی آتے ماں مجھے ماموں کے ہاں بھیج دیتی۔

چند سال بعد پیر صاحب فوت ہو گئے۔ میرے تایا جان جو اُن کے بہت معتقد تھے اُن کے جنازے پر گاؤں گئے، جب وہ

واپس آئے تو سب کو کہہ رہے تھے کہ پیر صاحب بہت کرنی والے تھے لوگ پیر صاحب کا منہ قبلہ کی طرف کرتے تھے مگر وہ منہ سیدھا کر لیتا تھا۔ آخر اُن کو ویسے ہی قبلہ مخالف دفن کر دیا۔ خیر بچپن ایسے ہی بے خبری میں گزر رہا تھا البتہ ماں کی محبت سے کبھی کبھی نماز پڑھ لیا کرتا تھا۔ ہائی سکول میں داخلہ لیا تو زندگی میں تبدیلی آنا شروع ہوئی۔ سکول کا ہیڈ ماسٹر بہت نیک، پابند صوم صلوٰۃ اور صالح انسان تھا۔ روزانہ کی اسمبلی میں اس کی پند و نصیحت، نماز کیلئے تاکید اور ماں کی توجہ سے میں سن بلوغت میں قدم رکھتے ہی پکا نمازی بن گیا۔ میرے ننھیالی رشتہ دار غریب مگر دیندار تھے۔ میرے باپ کے برعکس میری ماں پابند صوم وصلوٰۃ تھی۔ میں شروع سے ہی اولیاء کرام کے واقعات بڑے شوق سے پڑھتا تھا جس سے میرے دل میں ایک عجیب سی فرحت محسوس ہوتی تھی اور ایک خواہش ابھرتی تھی کہ میرا بھی اللہ سے محبت والا معاملہ ہو سکتا ہے ماں کے کہنے پر میں نے ہر وقت درود شریف پڑھنا شروع کر دیا میں اتنا عادی ہو گیا تھا کہ سوتے ہوئے بھی درود شریف پڑھتا رہتا تھا۔ مجھے نہ TV اچھا لگتا تھا نہ گانے سننے کو جی چاہتا تھا بس ہر وقت درود شریف پڑھنے کو دل کرتا تھا۔

ایک دفعہ مجھے ٹائیفائڈ بخار ہو گیا۔ میں نے پرواہ نہ کی اور روٹی وغیرہ کھاتا رہا جس سے میرا بخار طوالت پکڑ گیا۔ علاقے میں کوئی کوالیفائڈ ڈاکٹر بھی نہیں تھا۔ میری ماں کمپاؤنڈر سے ہی دوا لے آتی تھی۔ اس طرح مجھے تقریباً ڈیڑھ ماہ ہو گیا کہ بخار اترنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ میں جسمانی طور پر بہت کمزور ہو گیا اور زندگی سے مایوس ہو گیا۔

اس رات خواب میں سرہانے کی طرف سے تین اصحاب تشریف لائے، میں ان کو دیکھ کر چارپائی پر بیٹھ گیا۔ آواز آئی کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں میرے ساتھ عمرؓ اور حضور ﷺ تشریف لائے ہیں۔ آپ ﷺ کرسی پر رونق افروز ہوئے۔ میں بستر سے اٹھا اور آپ ﷺ کی گود میں سر رکھ کر رونا شروع کر دیا۔ اتنا رویا کہ میری ہچکیاں بندھ گئیں۔ آپ ﷺ اپنا دست مبارک میری پیٹھ پر پھیر رہے تھے اور مجھے تسلیاں دے رہے تھے۔ یہ حالت کافی دیر رہی پھر میری آنکھ کھل گئی۔ میں صبح تک روتا رہا۔ ماں کے کھٹکھٹانے پر دروازہ کھولا تو بھی رو رہا تھا۔ ماں پریشان ہو گئی۔ جلدی سے تھرمامیٹر لائی مگر بخار غائب ہو گیا تھا۔ زندگی میں محبتوں کے سفر کا آغاز ہو گیا تھا۔

ہم نماز محلے کی مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میرے ماموں زاد بھائی ارشد نے کہا آج عصر کی نماز کپڑے والی مسجد میں ادا کرتے ہیں مسجد کچھ فاصلے پر تھی۔ نماز کے بعد ارشد غائب ہو گیا۔ میں اس کا انتظار کرتا رہا حتیٰ کہ مسجد نمازیوں سے خالی ہو گئی۔ مجھے بہت غصہ آیا کہ مجھے اکیلا چھوڑ کر خود چلا گیا۔ حالانکہ اصولاً مجھے ساتھ لایا تھا تو واپسی میرے ساتھ ہونی چاہیے تھی۔ ایک نمازی نے کہا چھت پر کچھ لڑکے بیٹھے ہیں شاید ان میں آپ کا بھائی بھی ہو۔ میں اوپر چھت پر گیا تو چار لڑکے صف بنا کر بیٹھے ہوئے تھے اور سر ہلا رہے تھے اور زور زور سے سانسیں لے رہے تھے۔ ان میں بھائی ارشد بھی تھا۔ مجھے اس منظر نے اتنا Attract کیا کہ میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر سر ہلانے لگا اور دل میں اللہ اللہ کہنے لگا۔ خیر بعد میں ساتھیوں نے طریقہ ذکر سمجھایا اور اس طرح میں بغیر کسی دعوت کے سلسلہ ذکر میں شامل ہو گیا اور باقاعدہ صبح وشام ذکر شروع کر دیا۔

مجھے اب بھی وہ لمحے نہیں بھولتے جب منارہ سکول میں اعلیٰ حضرت مولانا اللہ یار خان صاحبؒ کی مشفقانہ اور سحر انگیز شخصیت کے زیر اثر روحانی مزے لوٹتے تھے۔ بہت مشکل حالات تھے۔ کھانا پینا اور سونا سب آزمائش تھے۔ مگر ہم اس قوت سے ذکر کیا کرتے تھے کہ ایڑیاں زخمی ہو جاتی تھیں۔ آپ کی سب ساتھیوں پر انفرادی توجہ ہوا کرتی تھی۔ آپ کسی کوتاہی پر ڈانٹتے نہیں تھے۔ ہر وقت آنکھوں میں ساتھیوں کے لیے جذبہ محبت ابھرتا تھا۔ جب آپ چارپائی پر آرام کیلئے لیٹ جاتے تو میں چپکے سے چارپائی پر بیٹھ کر آپ کے پاؤں دبانا شروع کر دیتا۔ آپ مجھے آنکھیں کھول کر دیکھتے اور پھر بند کر لیتے۔ میری اس وقت داڑھی نہیں تھی اور خدشہ ہوتا تھا کہ آپ داڑھی نہ ہونے کی وجہ سے ناراض نہ ہو جائیں۔ مگر آپ نے کبھی بھی اظہار ناراضگی نہیں کیا تھا۔ جب صحبت شیخ کیلئے بیٹھتے تو بمشکل دس بارہ ساتھی ہوتے تھے۔ ہم ہمیشہ قلب پہ نظر رکھتے تھے اور کبھی بھی آپ کے چہرے یا آنکھوں کی طرف نہیں دیکھتے تھے۔ ایک دفعہ ہم اعلیٰ حضرت صاحبؒ کی محفل میں سر جھکائے بیٹھے تھے۔ آپ ہابیل اور قابیل کا حصہ نہایت تفصیل سے بتا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کا مجھ پہ احسان ہے کہ جس واقعہ کے متعلق بھی سوچوں وہ پورا واقعہ فلم کی طرح میری آنکھوں کے سامنے گزرنے لگتا ہے۔

حضرت جیؒ کے وصال کے بعد ایک دفعہ خواب میں اعلیٰ حضرتؒ کا دیدار ہوا۔ آپ فرمانے لگے کہ میرے پاس کیوں نہیں آتے۔ میں نہ آنے کے حیلے بہانے کر رہا تھا۔ آپ مسلسل مسکرا رہے تھے۔ آپ کے آنکھوں میں اتنی چاہت تھی اتنی محبت تھی جو میں نے کبھی اپنے فطری باپ کی آنکھوں میں بھی نہیں دیکھی میں نذیر شاہ صاحب مرحوم، امین صاحب اور اعظم صاحب کے ہمراہ مرشد آباد قبر اقدس پہ حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے اتنا پیار دیا جیسے ایک باپ اپنے بچھڑے بیٹے کو مدتوں بعد ملتا ہے۔ ہمیں اعلیٰ حضرتؒ کی حیات میں جس دوسری شخصیت سے انس اور لگاؤ تھا وہ مولانا اکرم اعوان صاحب تھے۔ منارہ تربیت کے دوران روزانہ کوئی نہ کوئی اکابر تقریر کیا کرتے تھے۔ ہماری ہمیشہ یہ خواہش ہوتی تھی کہ مولانا اکرم اعوان صاحب تقریر کریں کیونکہ انکی تقریر میں روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ مزاح کا رنگ ہوتا تھا۔ جس سے ہم نئے ساتھی بہت انجوائے کرتے تھے۔ اس وقت بہت کم ساتھی ہوتے تھے۔ اس لئے ایک دوسرے بڑے بھائی ہیں) کے گھر اجتماعی ذکر کیلئے اکٹھے ہوتے تھے۔ وہاں اکابرین کا ذکر خیر بھی ہوتا۔ سلسلہ عالیہ کیلئے اُن کی خدمات کو سراہا جاتا اور اس طرح اللہ سبحانہ کا قرب اور محبت حاصل کرنے کیلئے زیادہ سے زیادہ ذکر اذکار کرنے کا جذبہ ابھرتا۔

اس ہفتہ وار محفل میں سپیشل کلاس کے ساتھی ساجد صاحب بھی شریک ہوتے تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ بتایا کہ سلسلہ عالیہ کے ایک ساتھی نے کئی دفعہ حج کیلئے درخواست دی مگر آرزو پوری نہ ہوسکی۔ اس نے شیخ مکرم کو کچھ رقم باقاعدگی سے سلسلہ عالیہ کیلئے بھیجنا شروع کر دی اللہ تعالیٰ نے اس برکت کی وجہ سے اس کو حج اور عمرہ کی نعمت سے نوازا۔ اس کی یہ بات میرے دل میں اتر گئی۔ میں نے اس دن سے شیخ مکرم کو حسب توفیق کچھ رقم باقاعدگی سے بھیجنا شروع کر دی۔ شیخ مکرم کی دعاؤں سے اللہ کریم نے میری بھی آرزو پوری کی اور مجھے بھی تین دفعہ عمرہ بمعہ فیملی کے سعادت بخشی اور یہ نعمت مجھے صرف یقین کامل اور شیخ مکرم کی محبتوں کے طفیل نصیب ہوئی۔ میری حتیٰ الوسع کوشش ہوتی ہے کہ ماہانہ اجتماع میں ضرور حاضری

ہو۔ایک دفعہ اعلیٰ حضرت بہت آزردہ تھے وجہ یہ تھی کہ کچھ کم فہم اور موقع پرست لوگوں نے آپ کی ذات پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی تھی۔آپ نے دورانِ تقریر فرمایا کہ آج میں حضرت عثمانؓ کی سنت کی پیروی کرتے ہوتے ان تمام الزامات کا جواب دوں گا اور آپ نے ہر ایک الزام کی تفصیل سے جواب دیا۔خیر اجتماع ختم ہو گیا اور ہم گھر آ گئے مگر حضرت صاحب کا اداس چہرہ نگاہوں کے سامنے رہنے لگا اور آنکھوں کو گاہے بگاہے تر کرنے لگا جب پریشانی زیادہ بڑھ گئی تو حضرت مدظلہ کو خط لکھنے بیٹھ گیا۔میں نے لکھا کہ سلوک کی ابتدا اور انتہا محبت ہے۔شک تو محبت کی موت ہے۔شکوہ تو محبت میں زہر قاتل ہے۔محبت تو قربان ہونے کا نام ہے عاشق تو محبوب کی اداؤں پر مرمٹتا ہے۔وہ تو تنقید کا سوچ ہی نہیں سکتا خط میں یہ شعر بھی لکھا۔

وفا داری بشرط استواری اصل ایمان ہے
مرے بت خانے میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو

خط کے آخر میں حضرت صاحب سے دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی محبت عطا فرمائے۔موت تک سلسلہ اویسیہ اور آپ کی شفقت نصیب فرمائے۔تقریباً ہفتہ بعد حضرت مدظلہ کا محبت نامہ وصول ہوا اور اسی رات جب وقت تہجد ذکر شروع کیا تو مراقبہ میں مسجد نبوی منکشف ہوگئی۔میرے سامنے آقائے دو جہاں ﷺ تشریف فرما تھے اور حضرت مولانا اکرم اعوان صاحب مدظلہ آپ کے پاس کھڑے تھے۔اور آپ کے ہاتھوں میں ایک لبالب پیالہ تھا حضور پرنور ﷺ نے فرمایا۔اس سے پہلے یہ نعمت کتنے لوگوں کو نصیب ہوئی ہے۔ آپ نے شمار بتایا آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا اس کو بھی یہ نعمت عطا کی جائے میں نے وہ پیالہ لے کر پی لیا۔

روحانی بیعت کیلئے میں بھی تمام ساتھیوں کی طرح بے چین اور بے قرار رہتا تھا۔مگر اپنے گناہوں سے بھی خوفزدہ تھا اور سوچتا تھا کہ اگر میرے گناہوں کو پرکھا گیا تو زندگی بھر اس نعمت سے محروم رہوں گا۔

خیر دل میں یہ آرزو لئے سالانہ اجتماع پہ لاہور سے دار العرفان (منارہ) روانہ ہوا۔مغرب کے ذکر کے بعد عبداللہ صاحب جو کہ پشاور کے صاحب مجاز تھے مل گئے۔وہ میرے پرانے شناسا تھے وہ مجھے کہنے لگے آپ مختار صاحب (پنڈی گھیپ) سے سفارش کرواتا ہوں وہ آپ کو روحانی بیعت کیلئے recommend کر دیں گے تو معاملہ آسان ہو جائے گا دراصل عبداللہ صاحب کا لاہور واپسی پر میرے ساتھ سفر کرنے کا پروگرام تھا۔جب ہم مختار صاحب کے پاس گئے تو وہ ساتھیوں میں گھرے ہوئے تھے اور کوئی واقعہ سنا رہے تھے۔جب عبداللہ صاحب نے ان کو میرے لئے روحانی بیعت کے لئے کہا تو وہ بہت غصے میں آ گئے مجھے بہت ڈانٹ پلائی اور کہا کہ لوگ بیعت کے قابل تو ہوتے نہیں اور سفارش ڈھونڈتے ہیں میں اس غیر متوقع بے عزتی کے لئے قطعاً تیار نہ تھا۔میں تو زندگی میں پیار کا عادی تھا۔خود کو سنبھال نہ سکا سامان گاڑی میں رکھا اور عبداللہ صاحب کو بتائے بغیر واپسی لاہور کا سفر شروع کر دیا تقریباً ایک بجے رات گھر پہنچا اور پھر سجدے میں گر کر دل کا غبار نکالنے لگا کہ اے میرے مولا میرا تو آپ سے پیار کا رشتہ ہے اگر کوئی غلطی ہوگئی تھی تو معاف کر دیا ہوتا۔یوں سرِ عام بے عزتی ضرور کرنی تھی۔

انہی سوچوں میں کئی دن گزر گئے۔ہفتے کی شام فیصل آباد گیا تو گھر والوں نے بھی میری بدلی ہوئی حالت محسوس کی جسے میں نے دفتری مصروفیات کا بہانا بنا کر ٹال دیا۔

تقریباً ایک ہفتے بعد منارہ سے ساتھی کا فون آیا کہ مختار صاحب واپس اپنے گھر پنڈی گھیب چلے گئے ہیں۔ میں یہ خبر سنتے ہی منارہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ نمازِ عصر کے ذکر میں شمولیت کی اور پھران ساتھیوں میں بیٹھ گیا جن میں سے روحانی بیعت کے لیے انتخاب ہونا تھا۔ محترم حیدر زمان صاحب یہ فرائض ادا کر رہے تھے جن سے میری شناسائی پہلے نہ تھی۔

جب میری باری آئی تو سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا مجھے قوی امید تھی کہ میرا بھی انتخاب ہو جائے گا مگر انہوں نے مجھے روحانی بیعت کے لئے نااہل قرار دے دیا۔

میں نے حیدر زماں صاحب سے پوچھا کہ آپ کی شرائط پر پورا اترتا ہوں پھر بھی میرا انتخاب میں کیا رکاوٹ ہے وہ خاموش رہے میں نے پھر پوچھا کیا میری روح مسجد نبوی نہیں جاتی۔ انہوں نے چیک کیا تو فرمایا کہ آپ کی روح مسجد تو جاتی ہے مگر آپ بیعت کے قابل نہیں۔ میں مایوس ہوگیا پھر نجانے ان کے دل میں کیا آیا کہ میرا نام بھی بیعت کیلئے لکھ دیا۔

ذکر شروع ہوا بیعت والے ساتھیوں میں میرا پانچواں نمبر تھا میں دل ہی دل میں خوفزدہ تھا کہ میں زبردستی بیعت کے لئے شامل ہوا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ گناہ گار کو پیش کیا جائے تو ناراضگی کا سامنا کرنا پڑے میری آنکھیں بے قابو ہو رہی تھیں دل کی دھڑکن تیز ہوگئی تھی۔

شیخ مکرم نے باری باری ساتھیوں کو حضور ﷺ کے روبرو پیش کر کے بیعت کروانی شروع کی جب میری باری آئی اور مجھے مصافحہ کا حکم ہوا تو معمول سے زیادہ وقت لگ گیا میں کیونکہ کشفاً مسجد نبوی میں حاضری دیکھ نہیں سکتا تھا کہ تو اور گھبرا گیا۔ اسی لمحے مجھے محسوس ہوا کہ کوئی غیر مرئی چیز میرے جسم سے آکر لگ گئی خیر اس کے بعد باقی ساتھیوں کی بیعت ہوئی اور معمول کے مطابق وقت لگا۔

دعا کے بعد ساتھی پوچھ رہے تھے کہ پانچویں نمبر پر کس کی بیعت ہوئی جب میں نے بتایا تو ساتھیوں نے بغل گیر ہو کر میرے سینے کو بوسے دینے شروع کر دیے۔ مجھے ایک ساتھی نے جو کشفاً مسجد نبوی میں بیعت کا منظر دیکھ رہا تھا بتایا کہ جب تمھیں شیخ مکرم نے پیش کیا تو سرورکائنات ﷺ نے محبت سے اپنی آغوش میں لے لیا۔

یہ سنا تو فرطِ جذبات سے میری ہچکی بند ہوگئی۔

مجھ جیسا گنہگار اس کرم کے لائق! ان محبتوں کے قابل! کہاں تو روحانی بیعت کیلئے میرا انتخاب مشکل ہو رہا تھا اور کہاں یہ مہربانیاں، یہ پیار کا انداز، یہ وجود کرم کے فیصلے، یہ سب کچھ میرا شیخ مکرم سے ذہنی لگاؤ قلبی محبت اور بے پناہ پیار کا نتیجہ ہے۔

ان کی محبتوں کے طفیل روحانی بیعت نصیب ہوئی۔ جینے کا سلیقہ ملا مقصدِ حیات سمجھ میں آیا۔ اور اسی محبت میں اللہ سبحانہٗ کی محبت کا مزہ پایا۔

اب زندگی میں ایک ٹھہراؤ آ گیا ہے۔ آرزوؤں کا سیل رواں ٹوٹ گیا ہے۔ زندگی خوشی وغمی کے مدوجزر کا نام ہے۔ ہر حالت میں اللہ کی طرف رجوع کرنے کا سلیقہ آ گیا ہے۔ میری خوشیوں کا، میری تنہائیوں کا، میری آرزوؤں کا محور صرف اور صرف ایک ذات ہے جو سراپا محبت ہے۔ محبت کا سفر جو آغاز بلوغت میں شروع ہوا تھا اس میں دن بدن ترقی اور نکھار آ رہا ہے۔

Professional Content Writing, SEO, Web Design and Web Development Services

کیا آپ انٹرنیٹ پر کامیابی سے بزنس کرنا چاہتے ہیں؟ اگر ہاں تو ہم مدد کے لیے حاضر ہیں!

آج ہی ہم سے ایک بہترین اور پروفیشنل Website بنوائیں

آپ اپنی Website کے لیے Content بھی ہم سے لکھوا سکتے ہیں۔

ہم آپ کے Blog کے لیے بہترین Articles بھی لکھ سکتے ہیں

SEO کے ذریعے ویب سائٹ Promote بھی ہم سے کروا سکتے ہیں

یہی نہیں بلکہ PHP میں Web Development بھی ہم کر دیں گے

ہماری پروفیشنل سروسز مناسب ریٹس پر حاصل کرنے کے لیے آج ہی ہم سے رابطہ کریں

Contact Us for Details:

Shaukat Ameen
Babar Ali
0322-2148153
Karachi, Pakistan

groovybrains@gmail.com

www.GroovyBrains.com

سالانہ پروگرام سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

1433-34 ہجری بمطابق 2012ء

تاریخ	تاریخ قمری	ایام	تفصیل	کیفیت
7-8 جنوری	12-13 صفر	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل
4-5 فروری	11-12 ربیع الاول	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	جلسہ بعثت عالی ﷺ
3-4 مارچ	9-10 ربیع الثانی	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
7-8 اپریل	15-16 جمادی الاول	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل
5-6 مئی	13-14 جمادی الثانی	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
8 جون	18 رجب المرجب	جمعہ	سالانہ اجتماع شروع	
15 جولائی	25 شعبان	اتوار	سالانہ اجتماع ختم	اجلاس جنرل کونسل
08 اگست تا 18 اگست	20-30 رمضان المبارک	بدھ	اعتکاف رمضان	
8-9 ستمبر	21-22 شوال	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
6-7 اکتوبر	20-21 ذیقعد	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل
3-4 نومبر	18-19 ذوالحجہ	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
1-2 دسمبر	17-18 محرم الحرام	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	

ہدایات

۱۔ بروز ہفتہ احسن ہے کہ عصر کے اجتماعی ذکر میں شامل ہوں یا شام سے پہلے مرکز پہنچ جائیں۔ موسم کے مطابق اپنا بستر ہمراہ لائیں۔

۲۔ ماہ ستمبر کا اجتماع 9،8 ستمبر دوسرے ہفتہ میں ہوگا۔

in the life after death. All the worldly matters have already been taught to us by the Holy Prophet(Sallalhu alaihi wassalam).

All these hardships and strict routines in such blessed moments have only one motive and that is to get the potential for following the Commandments of Allah-swt and the footsteps to His-swt Messenger(Sallalhu alaihi wassalam) so much so that it becomes the aim of our lives. Such a noble aim will let us achieve the divine blessings and help us to prepare for death and the life after death and in fact it may become the reason for achieving the death of a martyr which is a death more beautiful than life itself. It will help us in attaining the real pleasure of worship which is the constant feeling of the presence and nearness of Allah-swt. This is the real aim of all the hard work and the worships but since everybody has different physical and spiritual abilities, everyone attains these blessings according to his own level of hard work and the spiritual potential. However the really important part is that one should always examine his or her feelings, attitude, thoughts, desires and priorities and should look for whether it is changing in a positive direction or not.

If however, the stains of wrongdoings and darkness could not be washed away during the blessed moments of Ramadhan and especially Aitekaaf then it is really impossible to clean the heart and modify the attitude during the rest of the year. The reason is that these moments and the zikr of the name of Allah-swt is a panacea for all the damages done by the infidelity and wrongdoings. If somebody's life could not be saved with the lifesaving drugs it is usually not possible to save him from further damage and similar is the case of the damage done by the darkness of sins and wrongdoings.

The month of Ramadhan is blessed with so much distinctive qualities as has been said that first ten days are the days of divine blessings, the next ten days are the days of forgiveness while the last ten days are the days when people are saved from the fire of Hell. All these blessings and their effects are real but the important part is to know whether these blessed moments have benefited us or not. Obeying the orders of the Holy Prophet(Sallalhu alaihi wassalam) even if it may cause some difficulties still have the reward that it will save us from the fire of Hell, and it is a great blessing of Allah-swt that we start following the footsteps of the Holy Prophet(Sallalhu alaihi wassalam). The closer we follow his(Sallalhu alaihi wassalam) commandments, the more are the blessings that we might gain.

May Allah-swt accept the hard work of all the friends who are either present in this gathering or having these blessed moments elsewhere. May Allah-swt give everyone the ability and power to follow the footsteps of the Holy Prophet(Sallalhu alaihi wassalam) and to take advantage of these blessed moments so that our numerous wrongdoings and sins are forgiven; indeed He-swt is Merciful. May Allah-swt at the present moment bless us with the ability to repent truly on our sins and bless us with forgiveness thereafter. May Allah-swt give us the ability to spend every next moment as the bondmen and true followers of the Holy Prophet(Sallalhu alaihi wassalam). May Allah-swt save us from committing disobedience and any wrongdoings, and only His-swt blessings can save us from destruction.

another large number comes into existence in our bodies. There is a constant shedding of dead cells from our skin and body surfaces and this shows the Omnipotence of Allah-swt that He-swt will recreate the entire human race from these particles again on the Day of Judgement. The detective dogs use the traces of these cells that get shed from the human body. Another scientific fact is that in a period of six months the entire human body cells are replaced by newer generations of cells which means that after six months the human body is renewed completely while nobody notices it.

This shows that death is always present with life and it is present even before the time which we call the real death of human body. Searching for a living person always starts with the detection of traces of the dead cells that he has left behind and this is the reason in the Holy Quran death has been mentioned before life, .NDNBN 'DRENHR*N HN'DR-NJN')N [Al-Mulk 67:2], 'Allah-swt has created both death and life.' In sequence of creation Allah-swt has mentioned death before the creation of life. On the Day of Judgement death will be finished and death itself will die on that day and after that there will be no death for anyone whether he is living in Paradise or Hell.

Death is so closely associated with life but we don't try to feel it or don't even bother to think about it. We all spend our lifetimes collecting worldly wealth but never try to prepare for death and the moments following death. Preparation for death and the life after death has only one solution and that is already defined by the Holy Quran, i.e. follow the footsteps of the Holy Prophet(Sallalhu alaihi wassalam) and the death will become a beautiful life. If someone has abolished his own desires, interests and priorities and sacrificed it for the sake of the commandments of the Holy Prophets(Sallalhu alaihi wassalam), he indeed has conquered death. The Holy Quran has stated that such people should never be called dead; rather they are alive and death could not harm the strength of their liveliness and the truth is that you don't know about their life. A person who faced death following the Holy Prophet(Sallalhu alaihi wassalam), even if his body parts were shattered into pieces or burnt into ashes still lives according to the commandments of the Holy Quran and there is no place for any further discussion about it because this whole process is above the normal human understanding. Somebody you have seen who died in front of your eyes, if he died on the path of Allah-swt is not actually dead but alive.

Preparing for the present life is also an obligation. Nobody should become hopeless regarding the worldly life, rather this life should be utilised to its full possibilities. The moment, to which someone has good physical health, the commandments of the Holy Prophet(Sallalhu alaihi wassalam) should be followed as much as possible. The worldly life if spent according to the orders of the Holy Prophet(Sallalhu alaihi wassalam) could

Revelation of the Holy Quran

Translated Speech of His Eminence

Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan

Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah

Dated: August 25th, 2011 Aitekaaf Ejtimah Dar-ul-Irfan, Munarah

So please try to keep a look at the consequences of fasting. Today we are getting immersed in rituals and traditions and getting ignorant of the practical part of faith and worship. Always remember, whenever there is the birth of a ritual, an important component of Deen falls, i.e. Sunnah is being replaced by the rituals as innovations in Deen. The parts of our social life that we usually call as rituals or customs are in most cases innovations that are being created in place for Sunnah and the commandments of the Holy Quran. Innovation is to invent something new and to practice it as a part of Deen while it has not been commanded by the Holy Quran or could not be proved from the actions of the Holy Prophet(Sallalhu alaihi wassalam). The dangerous thing in innovations or bid'at is that people practice it as a part of Deen and then hope to get blessed as a reward for doing it because they think that it is part of the religion. Nothing created by anyone could lead to blessings; rather there is only one way which leads to the blessings of Allah-swt and that is, to follow the path of Sunnah of the Holy Prophet(Sallalhu alaihi wassalam).

Therefore, after practicing these moments of abstinence and piety, if somebody has gained the love for following Deen, the love for the Holy Prophet(Sallalhu alaihi wassalam) and to follow his(Sallalhu alaihi wassalam) commandments, developed a dislike for committing forbidden acts, he surely has attained the desired results of Ramadhan. Conversely if someone did not develop a positive change in his behaviour after these blessed moments, he has wasted his time because he does not have the assurance that he will be alive during the next years' Ramadhan. Life is constantly under the shadows of death and life is always accompanied by death at every moment. One half of every day is spent in sleeping, and as the Holy Prophet(Sallalhu alaihi wassalam) has said that, 'sleep is a kind of death.' A sleeping person is unaware of his surroundings, or even of his internal state and this is a very close similarity between death and sleep among the other similarities like paralysis, senselessness and unconsciousness.

This constant threat of death is present in every moment of every day of our lives. We trim our nails because the extra part of nail is dead, they don't even bleed like the vital part of the nail and they're not painful when we are trimming it. Similar is the example of hair. This means that death constantly happens inside our bodies and these deaths that happen in our physical bodies are numerous. A large number of cells become dead and

demarcate the parameters of his address. However it was not possible to subjugate the bold expression of Truth on grounds of expediency and for following rules and regulations. These people could not sway Hazrat Ji-rua that his address be streamlined to local requirements. This state of affairs persisted for three days and Hazrat Ji-rua did not address the gathering. He separated himself from the Ulama and transferred himself into the house a soldier of the Wireless Police, who had been his student once and was now posted in Bagh. Since it had been declared that an erudite scholar and famous orator from Punjab would be addressing this 6 day assembly, the people had been anxiously waiting for 3 days for his address. The gridlock between the insistence of the local Ulama and Hazrat Ji rua 's refusal was by now common knowledge. Finally a number of influential town people came to ask Hazrat Ji-rua the reason for his absence from this joint assembly.

Since it had been declared that an erudite scholar and famous orator from Punjab would be addressing this 6 day assembly, the people had been anxiously waiting for 3 days for his address. The gridlock between the insistence of the local Ulama and Hazrat Ji rua 's refusal was by now common knowledge. Finally a number of influential town people came to ask Hazrat Ji-rua the reason for his absence from this joint assembly.

Hazrat Ji rua explained to them in detail the differences in religious tenets and the prevalent mischief; especially the affront and slander of the Companions-rau and in support of this gave examples from authentic Shi'a books. When the truth dawned on the townspeople, they arranged to hold a separate gathering for him on the 4th day, and in an extremely fearless manner Hazrat Ji rua delivered a resounding address on the topic of the Religion of Truth versus False Beliefs and for the first time the people of Bagh were made aware of the facts and the Ulama of the area were also exposed.

On the fifth day when Hazrat Ji-rua left Bagh, he had used up all his monetary resources during his 4 days stay. As the local Ulama were unhappy with him, they did not provide the return fare. Hazrat Ameer ul Mukarram mza had brought along some of Hazrat Ji-rua's journals to distribute free during the assemblies but under these straightened circumstances he was compelled to sell them to raise money for their fare and other travel needs.

When they reached Rawalpindi it was already evening and they decided to stay with a relative who lived in Ratta Amral, on the bank of the L'aee Nullah. On the other side of the Nullah was the bazaar of prostitutes. The evil effects from this den of vice even from across the Nullah caused Hazrat Ji-rua's pure spirit unbearable discomfort and agitation so much so that in the middle of the night they called for a tonga and transferred to the house of another of his acquaintance. The next day they arrived back in Chakwal.

Haji Bakhteyaar Ahmed Khan asked a question regarding the Maraqbah of 'Ruyat e Ashkal'.

Hazrat Ji-rua answered, 'Haji Sahib, concentrate on my Qalb (heart) and follow me. Now concentrate (look) below.'

Haji Sahib stated, 'Hazrat, I see a great number of oxen. In the bazaars I can see various beasts engaged in fraud and embezzlement. Some beasts of prey, monkeys and swine etc. are also present.'

Hazrat Ji-rua elaborated, 'Haji Sahib this is the meditation of 'Ruyat e Ashkal'. The Rooh (Spirit) is granted a human form, but due to sinful acts it is mutated into an inferior being. You are witnessing the Arwah (plural of Rooh) in their real forms. The Halal animals i.e. oxen, that you see are people whose Iman (Faith) is still intact but they lead lives like animals, but the ones with beastly features are the people who have lost their Iman completely and their Arwah are appearing disfigured, depending on the severity of their sins.'

When a person's aim in life is to inflict pain and cause harm to Allah swt's Creation, his spirit assumes the form of a wolf. If he is addicted to drinking he looks like a bear and if the element of licentiousness/ immorality predominates, his Rooh mutates into the form of a pig. May Allah swt pardon us and protect us.

Hazrat Ji-rua then asked, 'Do you see any light anywhere at all?'

Haji Sahib, 'Hazrat Ji I see a lot of light in one place'.

Hazrat Ji said, 'This is due to the Ahl Allah (Men of God). This place is where you are sitting at present'.

Similarly, at another time after a Zikr assembly, the author was accompanied by Maulana Noor ul Amin, a scholar from the Jami'ah Ashrafiah Lahore. The author had to leave him in the car to complete an errand in the bazaar. When he returned shortly, he found the Maulana in an agitated state and he spluttered, 'Have you noticed something? In this crowded bazaar, a swine passed by riding a bicycle!'

Actually, due to the blessings of the Zikr he had attended, for a short moment he experienced the condition of 'Ruyat-e Ashkal'. When he was explained the reason for his 'sighting', his agitation abated.

Hazrat Ji-rua would often say, 'The Rooh is created mature and wise from the moment of its inception, for this reason on the Day of Witness it was able to testify that Allah swt was its Rabb. However in this material world the Rooh is under the influence of the body. Due to sinful and forbidden acts when it gets deformed, it needs the Tawajjuh (attention) of an accomplished Shaikh to bring it back to its original form.'

In one of his letters Hazrat Ji-rua wrote, 'Humans are hardly ever found in their original forms and this is a common fact. We have to transform monkeys and bears into human beings, so do not let this cause any worry. It is no great feat to transform a human being into a human being; the real feat is to transform beasts of prey into humans.'

Then History showed us how Hazrat Ji-rua transformed beasts of prey into human beings and how the contemptible, the low and meanest of people fallen in bottomless pits, the likeness of which could only be compared to the last layers of hell, were reformed to display enviable human forms representing the heights of piety and dignity!

When Hazrat Ji-rua reached Bagh, the Government Ulama tried to

Hayat-e-Javidan Chapter 13

A Life Eternal (Translation)

HAZRAT JI's-rua LAST MANAZARA

The Manazara of Bagh was the last in the long list of important Manazaray of Hazrat Ji rua. On this occasion Ameer ul Mukarram Hazrat Muhammad Akram Awan mza also accompanied Hazrat Ji rua. This event took place in 1961. An established custom then among the Ahle Sunnah of Bagh, Azad Kashmir, was that they held an annual three-day joint Manazara event with the Shi'as in Muharram, which ended in a 'Tazia' taken out in a procession originating from the Masjid. The Shi'a speakers during their course of address would use objectionable and disrespectful language for the Companions-rau, which would be tolerated in view of a policy of inter-communal peace. In those days, Muftis (religious legists) in Kashmir were employed by the government at the Tehsil and District levels and these types of joint programs were cited as testimonials of their good performance.

Hazrat Ji-rua was invited to address one such gathering. In those days, the first bus from Rawalpindi for Kashmir left at dawn and Hazrat Ji-rua and Hazrat Ameer ul Mukarram -mza boarded it after Salat al Fajr. When the bus passed through Faizabad (suburbs of Rawalpindi), Hazrat Ji-rua was in deep meditation. Suddenly a strange scene flashed before his eyes. He saw that the jungle on the side of the road was packed with various beasts engaged in copulation. Startled, he asked Hazrat Ameer ul Mukarram-mza, "What settlement is this where this these type of acts have been observed?" Hazrat Ameer ul Mukarram-mza replied, "Hazrat there is no settlement here, at the moment it is only a jungle but President Ayub has announced to build the Capital of Pakistan here."

Appearance of the Rooh in a Disfigured Form

There might be an objection to this disclosure but to demonstrate how the disfigured Spiritual forms (Ruyat e Ashkal) are displayed to the Men of God it would be sufficient to cite as an example the famous quote of Maulana Ahmad Ali Lahori, a famous 'Sahib e Kashf' of contemporary times. He has described one of his observations of Ruyat-e Ashkal in this manner:

'Whenever I stand at the Shairan Wala Gate (Lahore) I see monkeys, wolves and various other beasts pass by, to the extent that I yearn to see a human face.'

This condition is termed 'Ruyat-e Ashkal'. This is what Hazrat Ji-rua observed during his meditation although it concerned the future waywardness of its inhabitants.

Once Hazrat Ji-rua was seated among various Ahbab and the author was also present; it is neither proper nor suitable to name the city. During the conversation a Sathi (member of the Silsilah),

Janaury 2012

1433 A.H

Monthly Al-Murshid

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

Indeed he is successful who purified himself,recited the name of his Rabb and offered prayers

مَنْ عَجَزَ مِنْكُمْ عَنِ اللَّيْلِ أَنْ يُكَابِدَهُ، وَبخِ

بِالْمَالِ أَنْ يُنْفِقَهُ، وَجَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ أَنْ يُجَاهِدَهُ

فَلْيُكْثِرْ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ(البیهقی و الطبرانی)

Narrated by Ibn Abbas the Prophet (S.A.W.)said that he who is unable to exert in worship through the night and cannot spend because of being stingy and cannot fight in Jihad because of cowardice should do Zikr Allah in abundance.

Zikr qalbi is the ultimate medicine for reformation. If it does not benefit someone then his ailment is incurable.

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD. TOWN SHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255